ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ ○ نومبر ۱۹۹۱ء

قبولِ حق کی اِستعداد

قرآن کی ہدایت سے وہی رُوحیں شاداب ہوں گی جن میں قبولیّت حق کی استعداد ہے جنھوں نے استعداد کھو دی ان کے حصّے میں محرومی و نامرادی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

قبولِ حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ آباو اجداد کی اندھی تقلید، گھڑی ہوئی بزرگیوں اور روایتی عظمتوں کی پرستش ہے۔

اِبتدا میں جہل و فساد سے کوئی عقیدہ گھڑ لیا جاتا ہے ایک مُدّت تک لوگ اسے مانتے رہے ہیں، جب ایک عرصے کے اعتقاد سے اس میں شان تقدیس پیدا پیدا ہو جاتی ہے تو اسے شک و شبہ سے بالاتر سمجھنے لگتے ہیں اور عقل و بصیرت کی کوئی بھی دلیل اس کے خلاف تسلیم نہیں کرتے۔ قرآن اِسی کو "اَسمَاءً سَمَّیتُمُوهَا اَنتُم وَآبَاؤُكُم" (نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے گھڑ لئے ہیں) سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ بنائے ہوئے ناموں کے سوا وہ کوئی حقیقت اور معقولیت پیش نہیں کر سکتے۔

امام الہند ابو الکلام آزاد

داعیوں کا کردار

جن لوگوں نے قرنِ اول سے لے کر اب تک اسلام قبول کیا ہے وہ محض گفتار سے متأثر نہ ہوئے تھے۔ انہیں داعیوں کے کردار نے متأثر کیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

اچھی تعلیم تو ہر مذہب میں مل جاتی ہے۔ اصل مسئلہ اس تعلیم کی اساس اور تربیت پر انسانی معاشرے کا قیام ہے۔ اسلام نے اونچ نیچ ختم کی، غریبوں کو سرداری بخشی، ہزاروں خداؤں سے نجات دلا کر صرف ایک خدا کا بندہ بنایا اور خدا بھی اَن دیکھا کہ ہماری آنکھیں اس کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری خدائی میں اسلام پھیلنے لگا۔ یہ گڈریوں کی جہاں بانی کا اعجاز تھا کہ نصف کائنات مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گئی۔

لیکن اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ سیاسی مسلمان ہو گئے ہیں۔ سیاست دانوں نے تبلیغِ اسلام کی رفتار روک دی ہے۔ اب کوئی مسلمان ہوتا ہے تو اسے معاشی ضرورت کھینچ لاتی ہے یا پھر عشقِ نفس کی مہربانی ہوتی ہے۔

وہ نوجوان جو جدید تعلیم سے آراستہ ہیں اگر دین کی طرف آجائیں تو تبلیغِ دین زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ ہم مولویوں نے دین کو محفوظ رکھا۔ کیا یہی کم ہے؟

نوجوانو!

یہ فریضہ اب تم سنبھالو اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دو کہ تم بھی تو اس جدوجہد کے امین ہو۔!

بانیٔ احرار، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ،
ایل ۸۷۵۵

ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
نومبر ۱۹۹۱ء
جلد ۲ ● شمارہ ۱۱

رئیس التحریر : ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بُخاری
مُدیر — : سید محمد کفیل بُخاری

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہ
مولانا عنایت اللہ چشتی - مدظلہ
مولانا محمد عبدالحق - مدظلہ

رُفقاءِ فکر

— سید عطاء المؤمن بُخاری
— سید عطاء المھیمن بُخاری
— سید عبدالکبیر بُخاری
— سید محمد ذوالکفل بُخاری
— سید محمد ارشد بُخاری
— سید خالد مسعود گیلانی
— عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوعہ ،
— عمر فاروق عمر ○ خادم حسین
قمر الحسنین

زرِ معاونت اندرونِ ملک

فی پرچہ :	سالانہ :
۶/= روپے	۶۰/= روپے

بیرونِ ملک
سعودی عرب ، عرب امارات مسقط ، بحرین ، عراق ، ایران ، مصر ، کویت ، بنگلہ دیش ، انڈیا ، امریکہ ، برطانیہ ، تھائی لینڈ ، ہانگ کانگ ، برما ، نائیجیریا ، جنوبی افریقہ ، شمالی افریقہ ۳۰۰/ روپے سالانہ پاکستانی

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ [شعبۂ تبلیغ] عالمی مجلسِ احرارِ اسلام

دارِ بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان (پاکستان) فون : ۲۸۱۳۷

ناشر : سید محمد کفیل بخاری ، پرنٹر : تشکیل احمد اختر مطبع : تشکیل نو پرنٹرز بیرانی غلہ منڈی ملتان مقامِ اشاعت : دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

آئینہ

مضمون	تحریر	صفحہ
دل کی بات	رئیس التحریر	۳
لمعاتِ سیرت	مولانا محمد عبدالحق چوہان	۶
خالد بن یزید پہلا مسلمان سائنسدان	ملک محمد فیروز فاروقی	۱۵
تخریب کاری دہشت گردی کے خفیہ مراکز	حامد ریاض ڈوگر	۲۳
تعمیر آشوب (نظم)	پروفیسر عابد صدیق	۳۲
اقبال کا تصور جنت و دوزخ۔	پروفیسر محمد رفیق	۳۴
مولانا عبید اللہ سندھی۔	حُر آغائی	۴۷
بلا تبصرہ	دیدہ ور	۵۰
الیکشن کا کھیل (نظم)	مجید لاہوری مرحوم	۵۱
جلسۂ سیرت	قمر الحسنین	۵۲
حُسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۵۹
تابعین کرام کی باتیں	جناب محمد حسن چغتائی مدظلہ	۶۳

دل کی بات

نیو ورلڈ آرڈر

عراق پر امریکہ نے ۲۸ ملکوں کی فوجی مدد سے وحشیانہ حملہ کیا اور ہنستے کھیلتے عراق کو ویرانہ آباد میں بدل کر رکھ دیا، ۵۶ سے ۹۰ تک روس کو دنیا کے تمام خطوں سے نکال کر روس میں ہی مقید کر دینے کی امریکی پالیسی بھی کامیاب رہی۔ ۹۱ء میں روس کو سیاسی طور پر تتر بتر کرنے میں بھی امریکی پالیسیوں کی کامیابی کا دخل عمل ساتھ ساتھ رہا تا آنکہ آج امریکہ پوری دنیا میں اپنا سیاسی اقتصادی اور فوجی تسلط قائم کرنے کے دیرینہ خواب کی تکمیل کے مراحل میں ہے۔

امریکہ اس حد تک تجاوز حاصل کرنے میں اس لئے کامیاب ہوا کہ ترقی پذیر ممالک جو اپنی ترقیاتی منزلیں طے کرنے میں بیرونی امداد کے بہر نوع محتاج ہیں اپنا کاسۂ گدائی لئے ہر پانچ برس بعد امریکہ جاتے رہے اور امریکی بھیک پر گزر بسر کرتے رہے ترقی یافتہ ملک جب بھی کسی ترقی پذیر ملک کو اقتصادی یا نیم فوجی امداد دیتے ہیں تو اپنا کلچر اور سیاست بھی ہمراہ بھیجتے ہیں جس کے نتیجے میں ترقی پذیر قومیں اور ان کی حکومتیں اسی کلچر اور سیاست کی دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہیں افکار نظریات، اعمال، اخلاق سماجی رویے اور بھرنے والے نت نئے جذبے اسی "امدادی" قوت کی طرف قبلہ درست کرتے رہتے ہیں اور یہ تو بالکل فطری عمل ہے "جس کا کھائے اسی کے گن گائے" دنیا کی سیاسی قوت کا توازن تب قائم رہ سکتا تھا اگر کوئی دوسری سپر پاور بھی وہی ذرائع اور طریق کار اختیار کرتی جو امریکی ماہرین سیاست نے اپنائے ہوئے تھے لیکن ہوا یہ کہ روسی سپر پاور نے نظریہ تو ایکسپورٹ کیا مگر ترقی پذیر ممالک کی وہ مدد نہیں کی جن سے انہیں وہ مقام حاصل ہوتا جس کی انہیں طلب تھی کمیونزم کا نظریہ اپنانے والوں نے دیگر تمام نظریات کو باطل قرار دینے میں اخلاقی حدود بھی پامال کیں مگر سرمایہ دارانہ نظام کے بدنام زمانہ کارندوں نے اخلاق و اعمال کی مشابہت بھی قائم رکھی "امداد" بھی دی "فکری وحدت" بھی قائم کرتے رہے اور بالآخر وہ ہمہ قسم برتری قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے غور طلب بات یہ ہے کہ امریکہ کی یہ کامیابی کا ہی ایک کرتب ہے یا اس کے پس منظر میں کوئی طویل داستان "انتقام" کار فرما ہے! ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے عظیم ناطہ سے ہمیں قرآنی رہنمائی ہی کافی ہے قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کو اللہ اور مومنین کا بدترین دشمن قرار دیا ہے قرآن کریم کے اس حوالے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب سے اسلام نے یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کی قوت حاکمہ چھینی ہے وہ تب سے ہی اسی فکر میں ہیں کہ کس طرح پوری دنیا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً پوری دنیا میں زیر دست رکھا جائے اور انہیں کسی اعتبار سے بھی قوت موثرہ نہ بننے دیا جائے اس عمل خبیث میں صرف یہودی لابیاں ہی سرگرم نہیں بلکہ عیسائی لابیاں بھی پوری تندہی کے ساتھ مصروف جنگ ہیں، حکومتی سطح پر پورے عالم میں عیسائی برسر اقتدار ہیں جبکہ یہودی ان کا "بازوئے تدبیر زن" ہیں تدبیر و تقدیر

کے اس قضیہ میں "اعمال" کا سو فیصد دخل ہے ہم بحیثیت مسلم امت کے اگر اس پہلو پر دیانت داری سے غور کریں تو یہ بات لمحوں میں دل کی گہرائیوں سے ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ہم نے اپنے ظاہری اور باطنی رویوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کی بھرپور پیروی کی ہے اور اس "تابعداری" کے عمل میں خوفناک حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اب ہمارے لئے اس عذاب تہذیب سے نکلنا نہ صرف یہ کہ ممکن نہیں رہا بلکہ یہ تہذیب خبیث ہماری رگ و پے میں اس طرح سرایت کر چکی ہے کہ اب ہم نے تہذیب مصطفوی کا علی الاعلان انکار شروع کر دیا ہے ہم اس کی اپوزیشن بن چکے ہیں ہمارے میڈیاز تہذیب مصطفوی کے بدترین دشمن کا روپ دھار چکے ہیں اور بہروپ ہمارا احیاء اسلام بن چکا ہے! مسلمانوں کے تمام ممالک میں یہی نظریہ کار فرما ہے! اور یہ کمزور اور ناقص عمل یہودیوں اور عیسائیوں کی منشاء کے عین مطابق ہے اسی لئے پوری مسلم دنیا میں احیاء اسلام کی تحریکوں کی سرپرستی در پردہ یہودی اور عیسائی لابیاں کر رہی ہیں۔

تحریک احیاء اسلام کے کارکن وسائل سے مالا مال اور ٹھاٹھ سے جی رہے ہیں اس کے برخلاف جو طبقے نفاذ اسلام کی بات کرتے ہیں اور اپنے ذاتی وسائل سے اپنی تحریک نفاذ اسلام کی تگ و دو میں مصروف یا برسر جنگ ہیں انہیں بنیاد پرست کا طعنہ اور گالی دیکر ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے انہیں مزید کمزور کرنے کے لئے "میڈیاز" ان سے عدم تعاون کرتے بلکہ ان کے خلاف پراپیگنڈہ مہم کے سرخیل بنے ہوئے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جدید تہذیب کا متوالا بدعمل مسلمان ان پاکبازوں کے خلاف نفرت کے الاؤ جلانے میں دن رات مصروف ہے جو مسلم دنیا میں نفاذ اسلام کی سرد جنگ کی دینی جدوجہد میں مگن ہیں حادثہ یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت اور اپوزیشن دونوں ہی اس مکروہ "دھندے" میں گم ہیں اور یہودیوں عیسائیوں کی طاقتور لابیوں کے زیر اثر ہیں اور بے مقصد کی سرد جنگ ملک میں شروع کر رکھی ہے جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک گروپ کو بدنام ذلیل اور رسوا کرکے اقتدار سے محروم کیا جائے اور دوسرے گروپ کو برسر اقتدار لایا جائے حقیقتاً برسر اقتدار طبقہ پر واجب ہے کہ وہ نفاذ اسلام کی طرف اپنا قبلہ درست کرے اور اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے جو پاکستان کے قیام کا اصل مقصود و مطلوب ہے۔

بدترین شخص

یہ بالکل درست بات ہے کہ موجودہ عہد کا مسلمان عہد اول کے مسلمان سے لگا نہیں کھاتا یہ بھی درست ہے کہ انقلاب ایران کے منفی رجحانات سے پیدا ہونے والی مذہبی طبقاتی انار کی بھی اسی عہد خراب کی پیداوار ہے اور اس انار کی نے پہلے عراق کو تہس نہس کیا اور اب ان انار کسٹوں کا رخ پاکستان کی طرف ہے اس سب کچھ کے باوجود بہر نوع ہم مسلمان ہیں اور ہماری نسبت سید کائنات رحمت کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ہم کسی معنی میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں سے برے نہیں ہیں گزشتہ دنوں جارج بش نے مسلم دشمنی کے کافرانہ جذبہ خبیثہ میں ڈوب کر عراق کے مرد آہن کو دنیا کا احمق ترین شخص لکھا ہے میں سمجھتا ہوں کسی بھی مسلمان کو جب کوئی کافر ایسے مکروہ ناموں سے یاد کرتا ہے تو وہ خود دنیا کا بدترین شخص ہوتا ہے۔

جنرل فضل حق مرحوم

جنرل فضل حق قتل کردیئے گئے وزارت داخلہ نے صرف خطرے کی گھنٹی بجانے پر اکتفا کیا حکومت نے تحفظات فراہم نہ کئے فضل حق کے فرزندوں نے ملزم نامزد کئے مگر داد نہ فراد، پنجاب سندھ اور بلوچستان میں بھی ایسے ہی واقعات و حادثات ہورہے ہیں اور خونخواری و درندگی کا قبضہ و تسلط ہے مگر حکومت کوئی موثر کارروائی کہیں بھی نہیں کررہی جس سے حکومت کے خلاف مسلسل احتجاج کی فضا ہموار ہورہی ہے لاوہ پک رہا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے اور موجودہ اپوزیشن اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہے حکومت ہوش کے ناخن لے اور حکومت کے حاشیہ بردار حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرانے میں بھرپور کردار ادا کریں

جناب صلاح الدین

جادۂ حق کا مسافر بننے کلمہ حق کہنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی سزا ہمیشہ ظلم، سفاکی، درندگی اور خوف وہراس ہوتا ہے لیکن راہ رو جادۂ حق کو پسپا ہونا نہیں آتا مدیر "تکبیر" نے جس استقامت اور جس تسلسل سے کلمہ حق کہا یہ انہی کا حصہ ہے ویرانہ آباد پاکستان میں ایسا کوئی بھی تو نہیں مدیر تکبیر کا گھر جن ظالموں نے جلایا اور جنہوں نے صحافت کی آبرو لوٹی یہ لوگ بہر نوع قابل نفرین اور قابل سزا ہیں حکومت سندھ کی ذو معنی خاموشی اور سرد مہری اس بات کی چغلی کھاتی ہے کہ یا تو اعیان سندھ بزدل ہیں یا جانب دار۔ حکومت سندھ پرلازم ہے کہ مجرموں کو عبرتناک سزا دیجائے۔

جام، الطاف، پگاڑا لندن میں

سندھ ۱۹۷۳ء سے عصبیتوں کے عفریت کی زد میں ہے تب جناب بھٹو حاکم وقت تھے اور "جام" بدست اب جام صاحب حاکم سندھ ہیں اور "کام" بدست پیر صاحب تب بھی کرامات کرتے تھے اب بھی کرامات کے ماہر ہیں مگر کراچی کا تب یہ عالم نہ تھا جواب ہے۔ الطاف حسین صاحب نے کراچی کو مٹھی میں لیا اور جوانوں کی لاشیں توڑ ڈالیں نوبت بایں جا رسید کہ اب حکمرانوں کو پیر سفاک کی بات ماننا پڑتی ہے لندن میں اب یہ تینوں پیر جمع ہیں اور یقیناً مستقبل کے فیصلے کرکے لوٹیں گے ہم صرف اتنا کہیں گے کہ یہ تین کا ٹولہ اب وہاں سے لوٹے تو لندن پلان نہیں بلکہ کوئی قومی سطح کا فیصلہ کرکے لوٹے ورنہ

دامن یار خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا

مولانا عبد الحق چوہان

(آخری قسط)

لمعاتِ سیرت

اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے راہ فرار اختیار کی عکرمہ بن ابی جہل بھی تھا۔ اس شخص کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عداوت تھی اس کی وضاحت کے لئے اس کا ابوجہل کا بیٹا ہونا ہی کافی ہے۔ اس کی بیوی ام حکیم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے امان کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اسے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ وہ بھی یمن کی جانب بھاگ گیا تھا۔ اس کی بیوی اس کے پاس وہاں پہنچی اور اس کو کہا:

يَا ابنَ عمِّ جئتك من عندِ أبرِّ النّاس وَاوصلِ النّاسِ وخيرِ النّاس لا تهلك نفسكَ انّي قد استأمنتُ لكَ رسولَ اللهِ صلى الله عليهِ وسلّم	اے ابن عم! میں سب سے زیادہ نیکوکار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب میں بہتر شخص کے پاس سے لے آئی ہوں۔ تو اپنے آپ کو ہلاک مت کر میں نے تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کی ہے۔

اور یہی عکرمہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگا تو آپ نے اہل مجلس کو خطاب کر کے فرمایا!

يَأتِيكُم عِكرمَةُ مُؤمِنًا فَلَا تَسُبُّوا اَبَاهُ فَاِنَّ سَبَّ المَيِّتِ يُؤذِي الحَيَّ	عکرمہ مومن ہو کر آرہا ہے لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا کیونکہ مُردہ کو بُرا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

انسان کے اخلاق کی سب سے زیادہ رازداں بیوی ہوتی ہے۔ آپ کے منصبِ نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل کا واقعہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الطاہرہ قریش کے تجار افراد کو عقدِ مضاربت پر اپنا مال حوالہ کرتی تھیں۔ جب ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور امانت داری کا علم ہوا تو انہوں نے

اپنا مال آپ کے حوالہ کیا اور ساتھ ہی آپ کی خدمت گذاری کے لئے اپنا میسرہ غلام آپ کے ساتھ روانہ کر دیا۔

فلمّا بلغها عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ما بلغها من صدق حديثه وعظم امانته وكرم اخلاقه فدبعثت اليه فعرضت اليه ان يخرج فى مالٍ لها الى الشام تاجرًا وتعطيه افضل ما كانت تعطى غيره من التجار مع غلام لها يقال له ميسرة ۔
(ابن هشام ص۱۸۸ ج۱)

جب حضرت خدیجہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق گفتار، امانت داری، اور مکارم اخلاق کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ آپ ان کا مال لے کر تجارت کے لئے شام جائیں اور اس کے معاوضہ میں دوسرے لوگوں کو جو کچھ دیتی ہے آپ کو اس سے زیادہ دے گی اور ساتھ ہی آپ کی خدمت گذاری کیلئے اپنا میسرہ نامی غلام بھی ؛

یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی آپ قریبًا پچیس برس کی عمر میں تھے ۔ آپ یہ مال لے کر شام کی طرف تشریف لے گئے، آپ کی دیانت اور امانت کے باعث خدیجہ کو اس مال میں بہت ہی زیادہ منافع حاصل ہوئے ۔ واپسی پر میسرہ نے خدیجہؓ کو آپ کی دیانت اور "ارہاص نبوت" کے حیرت انگیز واقعات سے مطلع کیا ۔ جس سے متأثر ہو کر خدیجہؓ نے آپ کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ اپنی آرزو کا اظہار کیا ۔

يا ابن عمّ! انى قد رغبت فيك لقرابتك وسطتك فى قومك وامانتك وحسن خلقك وصدق حديثك
(ابن هشام ص۱۸۹ ج۱)

اے ابن عم! آپ کی شرافت، امانتداری حسن اخلاق، اور رشتہ داری کے باعث میری یہ آرزو ہے کہ آپ میرے ساتھ رشتۂ ازدواج قائم کر لیں ۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا ۔ جب آپ ختم نبوت کے منصب جلیل پر فائز ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کے مکارم اخلاق ہی سے آپ کی نبوت پر استدلال قائم کر کے آپ کی نبوت کی تصدیق کی ۔

انّك لتصل الرّحم وتحمل الكلّ وتكسب المعدوم وتقرى الضّيف

تحقیق آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، آپ اپنی کمائی میں مفلسوں، ناداروں کو شریک کرتے

وَتُعِیْنُ عَلیٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔
(بخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صے ۳ ج ۱)

ہیں ۔ آپ مہمان نوازی فرماتے ہیں ۔ اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کرتے ہیں ۔

آپ کا محبوب اور غلام خاص حضرت زید بن حارثہ ابھی آٹھ سال ہی کے تھے کہ اپنی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ کے ساتھ اپنے ننہال جا رہے تھے کہ راستہ میں بنو قین کے قزاقوں نے آپ کو اچک لیا ۔ اور "حباشۃ" کے بازار میں ان کو غلام بنا کر فروخت کر دیا ۔ ان کو حکیم بن حزام خرید کر کے مکہ لائے اور اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ کے حوالہ کیا اور حضرت خدیجہ کے توسط سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ گئے جب ان کے والد حارثہ بن شراحیل کو معلوم ہوا کہ ان کا لختِ جگر مکہ میں غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو وہ اور ان کا بھائی کعب بن شراحیل مکہ میں آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔

یَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا ابْنَ سَیِّدِ قَوْمِہٖ اَنْتُمْ جِیْرَانُ اللّٰہِ وَتُفُکُّوْنَ الْعَانِیَ وَتُطْعِمُوْنَ الْجَائِعَ وَقَدْ جِئْنَاکَ فِیْ اِبْنِنَا عَبْدِکَ لِتُحْسِنَ اِلَیْنَا فِیْ فِدَائِہٖ ۔
(الروض الانف صے ۱۶۴ ج ۱)

اے ابن عبدالمطلب اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند ارجمند تم اللہ تعالیٰ کے گھر کے ہمسائے ہو اور غلاموں کو آزاد کرنے والے اور فاقہ زدہ لوگوں کی خبرگیری کرنے والے ہو ۔ تحقیق ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہم پر احسان کر کے فدیہ لے لیں اور زید ہمارے حوالہ کر دیں ۔

اس پر آپ نے فرمایا میں آپ کے سامنے اس کو بلا لیتا ہوں ، اس کو اختیار ہے آپ کے ساتھ اگر جانا چاہے تو بغیر کسی فدیہ کے آپ اس کو لے جائیں انہوں نے کہا یہ تو بڑے انصاف کی بات ہے ۔ آپ نے زید کو بلا لیا اور اس سے پوچھا کہ تم ان لوگوں کو جانتے ہو ۔ انہوں نے کہا ہاں ۔ ایک میرا باپ ہے اور دوسرا چچا ۔ آپ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو ۔ اس پر زید نے کہا کہ میں تو آپ کو چھوڑ کر ان کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوں ۔ زید کے اس جواب پر ان کے والد نے ان کو توبیخاً کہا :

یَا زَیْدُ اَتَخْتَارُ الْعُبُوْدِیَّۃَ

اے زید کیا تو غلامی کو اپنے باپ

عَلٰی اَبِیْكَ وَاُمِّكَ وَ بَلَدِكَ وَ قَوْمِكَ ؟ (الروض الانف ص۱۶۴ ج۱) | ماں ، شہر اور قوم پر ترجیح دے رہا ہے ۔؟

اس پر حضرت زیدؓ نے جواباً کہا :۔

اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ شَیْئًا وَ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اُفَارِقُهٗ اَبَدًا ۔ (الروض الانف ص۱۶۴ ج۱) | تحقیق میں نے اس شخص کے جو اخلاق دیکھے ہیں ان کی بنا پر میں ان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گا ۔

مختلف لوگوں کی زبانی قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ آپ کے مکارم اخلاق کی یہ ترجمانی "مشتِ نمونہ از خروارے" کی حیثیت میں ہے ورنہ تو آپ مجمعۂ مکارم اخلاق تھے اس لئے قرآن مجید میں خالقِ کائنات نے آپ کو "اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کے ممتاز اور رفیع خطاب سے مخاطب فرمایا ہے اور ان حقائق سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اشاعت اسلام اور دینِ قیّم کی بنیاد ہی آپ کے مکارم اخلاق ہیں ۔

آخر میں ہم آپ کے مکارمِ اخلاق کے متعلق ایک ایسے شخص کے تأثرات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہی اس غرض و نیت سے ہوا تھا تا کہ آپ کے اخلاق کا مشاہدہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کر سکے کہ آپ حاملِ نبوت ہیں یا کہ ملوکیت :۔

جب صحابہ کرام نے قبیلہ طے پر حملہ کیا تو عدی بن حاتم تو شام کی طرف بھاگ گیا ۔ اور حاتم کی بیٹی "سفانہ" گرفتار ہوگئی حاتم کی بیٹی کو مسجد کے دروازے کے پاس ایک باڑے میں رکھا گیا ۔ سفانہ بڑی ہی دانا خاتون تھیں جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا :۔

هَلَكَ الْوَالِدُ وَ غَابَ الْوَافِدُ فَامْنُنْ عَلَیَّ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكَ (ابن هشام ص۵۷۹ ج۲) | یا رسول اللہ! باپ فوت ہو گیا اور حفاظت کرنے والا بھاگ گیا آپ مجھ پر احسان فرمائیں ، اللہ آپ پر احسان فرمائے ۔

سفانہ کہتی ہیں کہ دوسرے یوم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا تو میں نے وہی کلمات دہرائے ۔ آپ تشریف لے گئے تیسرے دن میں مایوس ہو گئی آپ تشریف لائے اور آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک شخص نے اشارہ کیا کہ اٹھ کر درخواست پیش کرو ۔ میں نے اٹھ کر پھر وہی کلمات عرض کئے ۔ تو آپ نے فرمایا تیری درخواست منظور ہے لیکن جاتے ہیں جلدی نہ کرو ۔ جب تمہاری

قوم کا کوئی قابل اعتماد آدمی مل جائے جو تمہیں تمہارے شہر پہنچا دے تو مجھے اطلاع دینا۔ میں نے ان صاحب کے متعلق دریافت کیا جنہوں نے مجھے حضور سے گفتگو کرنے کا اشارہ کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ٹھہری رہی یہاں تک کہ قبیلۂ قضاعہ کے سواروں کی ایک جماعت آگئی۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ اپنے بھائی کے پاس شام چلی جاؤں۔ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میری قوم کے کچھ لوگ آگئے ہیں ان میں قابلِ اعتماد لوگ بھی موجود ہیں جو مجھے منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔ آپ نے مجھے رخصت عنایت کی اور ساتھ ہی اس طرح کے مکارم اخلاق اور الطافِ کریمانہ سے مجھے روانہ کیا۔

فکسانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحملنی واعطانی نفقۃ (ابن ہشام ص۵۷۹ ج ۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لباس سواری اور سفرخرچ عنایت کیا۔

عدی کہتے ہیں کہ بخدا میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا ہوا تھا، کیا دیکھتا ہوں ایک سوار خاتون ہماری طرف آرہی ہے میں نے کہا یہ حاتم کی بیٹی ہے۔ اور واقعی وہی تھی۔ جب میرے پاس آکر ٹھہری تو اس نے کہا قطع رحمی کرنے والے ظالم تو اپنے اہل وعیال کو لے کر چل دیا۔ اور اپنے باپ کی نشانی اور بہن کو یوں ہی چھوڑ دیا۔ اس پر میں نے اس سے معذرت طلب کی۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اس شخص یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ سفانہ نے جواباً کہا بخدا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں جلد از جلد ان کی خدمت میں پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر وہ نبی ہے تو جوان کے پاس پہلے پہنچے گا وہ فضیلت حاصل کر جائے گا۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہیں ان کی بابرکت عزت کی بدولت کبھی ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ عدی بن حاتم بھی نظریہ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب مدینہ میں پہنچے تو آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے آکر سلام عرض کیا۔ آپ نے دریافت کیا تم کون ہو! عدی کہتے ہیں میں نے کہا عدی بن حاتم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور مجھے ساتھ لے کر کاشانۂ نبوت کی طرف چل دیے۔ مجھے ساتھ لئے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک معمر اور ضعیف خاتون مل گئیں آپ اس کے لئے دیر تک کھڑے رہے اور وہ اپنی حاجت میں گفتگو کرتی رہی۔ عدی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کریمانہ اخلاق، تواضع اور انکساری کا جب مشاہدہ کیا تو دل میں کہنے لگا یہ بادشاہ نہیں ہے۔

اذ لقیتہ امرأۃ ضعیفۃ	آپ کو ایک ضعیف اور معمر خاتون مل گئی

كبيرة فاسنو فقتته فوقفت لها طويلاً تكلمه في حاجتها قال قلت في نفسي والله ما هذا بملكٍ۔
(ابن هشام ص۵۸ ج ۲)

آپ کو اس نے ٹھہرا دیا۔ آپ اس کے لئے بہت دیر تک ٹھہرے رہے اور وہ اپنی حاجت کے متعلق گفتگو کرتی رہی۔ عدی کہتے ہیں میں نے دل میں کہا خدا کی قسم یہ بادشاہ نہیں۔

پھر مجھے اپنے گھر لے گئے اندر جا کر آپ نے چمڑے کا ایک گدا اٹھا کر مجھے دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ تشریف رکھیں فرمایا نہیں تم اس پر بیٹھو۔ چنانچہ میں اس گدے پر بیٹھ گیا۔ اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ کے اس کریمانہ اخلاق سے متأثر ہو کر عدی نے پھر وہی اپنا خیال دہرایا کہ آپ بادشاہ نہیں۔

تناول وسادة من ادم محشوة ليفاً فقذفها الى فقال اجلس على هذه قال قلت بل انت فاجلس عليها فقال بل انت۔ فجلست عليها وجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ بالارض قال قلت في نفسي والله ما هذا بامر ملك۔ (ابن هشام ص۵۸ ج ۲)

آپ نے ایک گدا اٹھایا جو کہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی مجھے دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ عدی کہتے ہیں میں نے کہا آپ ہی تشریف رکھیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی اس پر بیٹھو۔! میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے عدی کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تواضع اور اخلاق بادشاہوں کا انداز نہیں۔

آپ نے سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے فرمایا عدی ابن حاتم! کیا تم رکوسی نہیں ہو؟ یہ ایک مذہبی فرقے کا نام ہے۔ عدی کہتے ہیں میں نے جواباً عرض کیا ہاں میں رکوسی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے دین میں تمہارے لئے یہ حلال نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں واقعی میرے لئے حلال نہیں تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ واقعی نبی مرسل ہیں آپ ان غیبی امور سے باخبر ہیں جنہیں دوسرے لوگ نہیں جانتے۔

ثم قال ایه یا عدی بن حاتم الم تك ركوسيًا؟ قال قلت بلى ـ قال اولم تكن تسير في قومك بالمرباع قال قلت بلى ـ قال فان ذالك لم يكن يحل لك في دينك ـ قال قلت اجل والله وقال والله عرفت انه نبي مرسل يعلم ما يجهل (ابن هشام صـ۵۸۰، ۵۸۱ جـ ۲)

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے عدی کیا تو رکوسی نہیں؟ عدی کہتا ہے میں نے کہا ہاں ـ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اپنی قوم میں چکر لگا کر ان سے مال کا چوتھائی حصہ وصول نہیں کرتے ہو؟ عدی کہتا ہے میں نے کہا ہاں ـ اس پر آپ نے فرمایا یہ تو تمہارے دین میں تمہارے لئے حلال نہیں تھا ـ عدی کہتا ہے میں نے کہا قسم بخدا واقعی میرے لئے یہ حلال نہیں تھا عدی کہتا ہے میں نے دل میں کہا کہ واقعی یہ نبی مرسل ہیں اس لئے کہ ان کو ایسے امور کا علم ہے جو کہ دوسروں کے لئے مجہول ہیں ـ

پھر فرمایا عدی! تمہیں اس دین میں داخل ہونے سے یہ بات مانع ہے کہ تم مسلمانوں کو حاجتمند دیکھ رہے ہو ـ خدا کی قسم! ان کے پاس مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے لینے والا کوئی نہیں ملے گا شاید اس دین میں داخل ہونے سے تمہارے لئے یہ امر مانع ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کم اور دشمن زیادہ ہیں ـ بخدا وہ وقت قریب ہے کہ تم سنو گے کہ ایک عورت بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے چلے گی اور اسے کسی کا خوف نہیں ہوگا ـ اور شاید تمہارے لئے اس دین میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت دوسرے لوگوں کے پاس ہے بخدا تم عنقریب سنو گے کہ بابل کے سفید محلات مسلمانوں کے لئے فتح ہو جائیں گے ـ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ـ اس کے بعد حضرت عدی فرمایا کرتے تھے دو باتیں تو واقعی صادق ہو چکی ہیں اور تیسری باقی ہے ـ خدا کی قسم! وہ بھی ہو کر رہے گی ـ میں نے دیکھ لیا کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چلی یہاں تک کہ اس نے حج کر لیا اور

اسے کسی کا خوف نہ تھا۔ بخدا تیسری بات بھی سچی ہو کر رہے گی۔ مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ لینے والا ڈھونڈے بھی نہیں ملے گا۔ آپ کے مکارم اخلاق اور اعلیٰ کردار کی یہ جھلک آپ کی زندگی کے کوئی استثنائی واقعات نہیں ہیں۔ بلکہ اس طرح کے واقعات کا تسلسل ہی آپ کی زندگی کے سوانحات کا عنوان ہے۔ اس طرح کی یہ معجزانہ زندگی آپ کی نبوت ورسالت کی برہان بیّن ہے۔ کیونکہ اس طرح کے ان حیرت افزا واقعات کی توجیہ کے لئے بغیر اس کے کہ آپ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی جائے ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں کہ ان معجزاتی اخلاق کے لئے کوئی دوسرا سرچشمہ پیش کر سکیں۔ پھر یہ کہ مدنی زندگی میں آپ ایک ریاست کے بلاشرکت غیرے سربراہ کی حیثیت میں ہیں۔ اور آپ کے ارد گرد خداوند قدوس نے انسانوں کی ایک ایسی پاکیزہ جماعت پیدا کر دی کہ جن کی وفاداری، ایثار، قربانی اور اخلاص تاریخ انسانیت میں ضرب المثل ہے اور ان کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ درماندہ و عاجز ہے اور کلام الٰہی میں ان کے اخلاصِ ایمانی اور مبنی بر تقویٰ زندگی کو باقی امت کے لئے معیارِ حق کی حیثیت میں قرار دیا گیا ہے۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صراحۃً نہ سہی بلکہ کنایۃً اور اشارۃً ابرو سے انہیں حکم صادر فرماتے تو اسی وقت ہی آپ کے لئے تعیّش و تنعّم کے تمام ساز و سامان فراہم کر دیتے اور بغیر کھجور کے پتے والے کاشانۂ نبوت کے آپ کے لئے زر و جواہر سے مرصّع فلک بوس محلات تیار کر دیتے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ ہی دنیاوی زخارف سے اعراض فرمایا اور آخر وقت تک زاہدانہ زندگی کو اختیار کیا۔ آپ کی یہ پر عسّر اختیاری زندگی آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

صدیقۂ کائنات اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا ورضوانہ فرماتی ہیں:
دو دو مہینے گذر جاتے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرات میں چولھا نہیں جلتا تھا۔

کیا تاریخ عالم کسی ایسے فرماں روا اور حکمران کی نشاندہی کر سکتی ہے؟ کہ جس نے باوجود قدرت و تسلط کے اپنے جانی دشمنوں سے اس طرح کے کریمانہ اخلاق کا برتاؤ کیا ہو۔ اور اپنی زاہدانہ زندگی کو دنیاوی آلائش سے ہمیشہ اس طرح پاک رکھا ہو۔ صفحات تاریخ اس طرح کے بلند کردار حامل انسان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں اور مستقبل میں تو اس طرح کی شخصیت کے وجود کا امکان ہی نہیں کیونکہ آپ خالق کائنات کے آخری نبی ہیں۔ اور امور مملکت کی تولیت کی وجہ سے بظاہر اگر کسی

جیز پر ملکیت کا اشتباہ تھا تو اس شبہ کی جڑ بھی آپ نے اس فرمان واجب الاذعان سے کاٹ دی

لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ

— ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَصَفْوَةِ بَرِیَّتِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الْکِرَامِ وَاَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ

تحریکِ آزادی کے نامور سپوت مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

چالیس برس کے بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے۔

- میرا افسانہ نہ صرف افضل حقؒ بلکہ ایک عہد اور ایک زمانہ کی سوانح ہے۔
- انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشین جاگیرداروں کی محلاتی سازشوں اور آزادی کے متوالوں کی جدّوجہد کا تذکرہ۔
- کتاب کے دونوں حصّے یکجا کر کے شائع کئے گئے ہیں۔
- کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد، صفحات ۲۰۸۔ قیمت ۱۱۰/- روپے۔
- احرار کارکنوں اور نقیبِ ختم نبوت کے قارئین کو ۳۳٪ کمیشن پر ۷۴/- روپے میں دی جائے گی۔
- رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعہ منگوانے والوں کے لئے ۸۰/- روپے۔

ملنے کا پتہ

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون ۴۲۸۱۳

ملک محمد فیروز فاروقی

خالِد بِن یزِید

پہلا مُسلمان سائنسدان

بنو امیہ کے دورِ حکومت (۶۶۱ء ۔ ۷۵۰ء) میں ملت اسلامیہ کے قابل ترین دماغوں نے خلفاء کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے نتیجے میں جو لازوال علمی و فکری کارنامے سرانجام دیئے اور جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ سائنس، فلسفہ، معاشرتی علوم اور الٰہیات و سیاسیات کے علوم میں اساسی نوعیت کے قابل قدر اضافے کئے اور آئندہ نسلوں کے لئے علم و عرفان کی بے مثال شمعیں فروزاں کیں وہ سچی اور واقعاتی تاریخ نگاری کا ایک روشن باب ہیں۔

بے لاگ اور غیر جانبدارانہ تاریخی ریسرچ نے اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ اسلامی تاریخ میں خلفائے بنو امیہ کا عہد درخشندہ روایات اور تابندہ نقوش سے مزین رہا ہے۔ خلفائے اسلام علم پرور اور فکر دوست تھے اور انہوں نے ایسا کردار ادا کیا جو اسلامی تہذیب و ثقافت کی نشوونما اور عروج و ترقی کے لئے اس وقت کے عمرانی و تہذیبی حالات میں لازمی تھا۔ قرآن کریم کے ساتھ مسلمانوں کا براہ راست تعلق عروج پر تھا اور اسلامی معاشرہ کے تعلیمی و تربیتی نظام میں اس کتاب کو وہی مرتبہ و مقام حاصل تھا جو اس کے بنیادی تقاضے کا ناگزیر اور فطری نتیجہ تھا۔ قرآن کریم کے سائنسی محرکات کے زیرِ اثر اسلامی دماغوں نے مطالعہ کائنات کو موضوعِ فکر ٹھہرایا تھا اور ابھی اس تحریک نے مسلمانوں کے معاشرتی و تمدنی حالات پر اپنے اثرات مرتب کرنا تھے۔ ان دنوں حالات خلفائے اسلام نے تحقیق و ریسرچ کے بہترین مواقع فراہم کئے اس علمی و فکری تحریک میں بذاتِ خود حصہ لیا۔

اور جب اسلامی اقتدار دمشق (۶۶۱ء ۔ ۷۵۰ء) سے بغداد (۷۵۵ء ۔ ۱۲۵۸ء) اور قرطبہ

(۷۵۰ء - ۶۶۱ء) میں منتقل ہوا تو خلفائے بنو امیہ کی قائم کردہ درخشندہ روایات اور تابندہ نقوش کو مزید نکھرنے کا بھرپور موقعہ ملا۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن عروج و ترقی کے ایسے درجہ تک پہنچی کہ چار دانگ عالم میں نسل انسانی متاثر ہوئی اور مسلمانوں کی برتری کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی۔

لیکن ہماری بدقسمتی اور ناانصافی ملاحظہ فرمائیے کہ محض سیاسی اختلافات اور نسلی تعصبات کے زیر اثر ہم نے سیاسی و تہذیبی زوال کے دور میں[1] اپنی ہی حیات افروز تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کیا اور تاریخ نگاری کے مسلمہ اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے اس کی قدر و قیمت کو کم کرنے کی دانستہ و نادانستہ کوشش کی اور اسلام دشمن باطنی تحریک[2] کا آلہ کار بن کر ہم نے اسلامی تاریخ کے ان زریں ادوار کو تنسیخ اسلام کے ادوار قرار دے ڈالا۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے فاضل مقالہ نگار ڈے خویہ نے لکھا ہے کہ تہمت تراشی اور افترا پردازی کا جو منظم پراپیگنڈہ بنی امیہ کی خلافت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی غرض سے مسلسل طور پر ہوتا رہا ہے اور جس پیمانے پر جاری رہا اس کی مثال شاید ہی کہیں اور مل سکے۔ ہر قسم کی برائی اور معصیت کو جو تصور میں لائی جا سکتی ہے، بنی امیہ سے منسوب کیا گیا۔ ان پر اتہام لگایا گیا کہ مذہب اسلام ان کے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہا اس لئے یہ ایک مقدس فریضہ ہوگا کہ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس عہد کی جو مستند تاریخ ہمارے ہاتھوں تک پہنچی ہے اس میں انہی خیالات اور پراپیگنڈہ کی اس حد تک رنگ آمیزی موجود ہے کہ سچ کو جھوٹ سے بمشکل ہی تمیز کیا جا سکتا ہے۔[3]

طلوع اسلام سے تقریباً دو سو سال بعد خلافت بغداد کے دور (۱۲۵۸ء - ۷۵۰ء) میں پروان چڑھنے والی جس زبردست اور عظیم الشان علمی و فکری تحریک کا ہم نہایت فخر کے ساتھ ذکر کرتے اور اسے عالمی تاریخ کے اہم ترین واقعات میں شمار کرتے ہیں اس کی بنیادیں خلفائے دمشق ہی کے دور میں رکھی گئی تھیں۔ قرآن کریم کے علمی اور سائنسی محرکات نے مسلمانوں میں علمی جستجو، تحقیقی شعور اور تجرباتی طریق کار، تجزیاتی فکر اور مشاہداتی روح کو جنم دیا جو ہمیں دور اول کے مسلمان سائنسدانوں میں نظر آتی ہے۔

زیر نظر مقالہ کا مقصد ایک ایسے سائنسدان کا تعارف کرانا ہے جسے بجا طور پر قرون وسطی کے مسلمان سائنسدانوں کی جماعت کے امیر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ سائنس میں

خالد بن یزید کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے علم کیمیا کی ترقی اور نشو و نما میں مسلمانوں کی خدمات کا عمومی تعین کیا جا سکے تاکہ تاریخ و فلسفہ سائنس کے طالب علموں پر یہ حقیقت آشکار ہو کہ قرآنی تعلیمات کے زیر اثر قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کا اسلامی ذہن کس قدر ترقی پسند بلکہ ترقی یافتہ تھا؟

اہل یونان نے جغرافیائی و ماحولی جبریت (GEOGRAPHICAL AND ENVIRONMENTAL DETERMINISM) کے زیر اثر چند سائنسی نظریے پیش کئے تھے لیکن یونانی علما اپنے نظریات کی تجرباتی تصدیق کے قائل نہ تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ اکسیر کے ذریعے ناقص دھاتوں کی اصلاح کر کے انہیں مزید بہتر اور مفید بنایا جا سکتا ہے۔ یہی نظریہ دراصل چاندی سے سونا بنانے کے یونانی جنون کا ماخذ تھا۔ اسی تاریخی حقیقت اور یونانی سائنسی فکر کی بنیادی کمزوری کے پیش نظر تاریخ سائنس کے جدید علما زمانہ قدیم (ابتدا) سے ۷۰۰ء تک کے دور کو علم کیمیا کی تاریخ میں یونانی نظریات و غیر تجربیت "یا نظریاتی دور" کا نام دیتے ہیں جس کا آغاز حکیم بابل ہرمس سے ہوتا ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ اس "نظریاتی یونانی فکر" کو بھی خطرناک بلکہ مہلک مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ یونانی ثقافت اور علوم کا دائرۂ اثر جب مصر، شام اور غرب الشیا میں پھیل چکا تو پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں قیصر زینو (۴۷۴ - ۴۹۱) اور قیصر جسٹینین اول (۵۲۷ - ۵۶۵ء) نے یونانی افکار و علوم کے حاملین کو ملک بدر کر دیا۔ روحا (EDESSA) کے اسکول سمیت تمام مدارس بند کروا دیئے۔ ان ملک بدر علما نے خوزستان (ایران کا جنوب مغربی علاقہ) کے شہر جندے شاپور اور سرزمین دجلہ و فرات کے شہر حران میں علمی مراکز قائم کئے۔ ان مراکز میں کتابوں کے ترجمہ کا کام شامیوں کے ہاتھوں سرانجام دیا گیا۔ بعدازاں انہی ترجموں کو بنوامیہ کی سرپرستی میں عربی میں منتقل کیا گیا۔

خلافت بنوامیہ کے آغاز سے دراصل عملی کیمیا گری کا دور (۶۵۰ - ۱۶۰۰ء) شروع ہوتا ہے اور خالد بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ اسی تاریخ ساز دور کے روشن دماغ، طباع اور ذہین سائنسدان تھے جنہیں ابن الندیم الوراق نے حکیم آل مروانؒ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اہل اسلام میں اس موضوع پر سب سے پہلے اسی شخص نے

کام کیا۔(۴)

خالد ۱۵ء٦ م میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کے ہاں پیدا ہوئے اور معاشرے کے ذوق و رواج کے مطابق اعلیٰ تعلیم و تربیت پائی۔ طبیعت میں شروع ہی سے سیاست کی بجائے علم و فکر کی جستجو اور سائنسی ذوق کا رجحان غالب تھا۔ جوانی میں ایک بار گورنر حمص بھی مقرر کیے گئے(۵) لیکن جلد ہی اسے چھوڑ کر علمی تحقیقات کی طرف ہمہ تن توجہ مبذول کر دی۔ اس اموی نوجوان نے کیمیا گری کا علم ایک رومی راہب موریانس سے حاصل کیا تھا۔ اس نے قدیم یونان و مصر کی تالیفات جمع کیں اور انہیں عربی میں ترجمہ کرنے کی غرض سے مصر اور دمشق میں دارالترجمے قائم کیے۔

یونانیوں کے علم و حکمت سے واقفیت حاصل کرنے کی اولین خواہش و تحریک انہی خالد بن یزید کے دل میں پیدا ہوئی جو علم کیمیا سے طبعاً ایک خاص شغف رکھتا تھا۔ فہرست ابن الندیم کے بیان کے مطابق جو اس بارے میں ہماری معلومات کا سب سے قدیم اور سب سے بہتر ذریعہ ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔ خالد نے یونانی فلاسفروں اور حکمار کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ یہ ترجمے پہلے ترجمے تھے جو دوسری زبان سے عربی میں کیے گئے۔(٦)

مصر اور دمشق کے دارالترجمہ میں خالد کے مقرر کئے ہوئے مترجموں میں سے ایک کا نام اسطفانوس (اصطفن) تھا جس نے اس کے کہنے پر متعدد کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ "حناجۃ الطرب فی تقدمات العرب" کے فاضل مصنف نے خالد کے تین رسائل کا بھی ذکر کیا ہے جو علم کیمیا کے موضوع پر لکھے گئے تھے(۷)۔ خالد اور اس کے ساتھیوں نے ایک باقاعدہ کیمیائی تجربہ گاہ قائم کرنے کی بنیادیں فراہم کیں اور انہیں خطوط پر آگے چل کر جابر بن حیان (۲۱ء۔ ۸۱۵ء) نے یہ تجربہ گاہ عملاً قائم کر کے بہت سے مفید تجربات کیے جن کی بدولت مسلمان اس قابل ہو سکے کہ علم کیمیا کو خالصتاً ایک تجرباتی سائنس کی صورت عطا کریں(۸)۔ تاریخ ادب عربی کے مؤلف نے بھی خالد کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرون وسطیٰ کا مشہور ماہر فن کیمیا جابر بن حیان، غالباً خالد بن یزید کا شاگرد تھا(۹)۔ پروفیسر براؤن اور فلپ۔ کے۔ حتی نے اس امر میں شک کا اظہار کیا ہے کہ جابر نے علم کیمیا کی تعلیم خالد بن یزید سے حاصل کی تھی لیکن جرجی زیدان نے اسے بدلائل ثابت کیا ہے(۱۰) کہ

جعفر الصادق (وفات ۷۶۵ء) نے اس فن کی تعلیم خالد بن یزید سے حاصل کی تھی اور جابر بن حیان نے جعفر الصادق سے اکتساب فیض کیا تھا۔

غرضیکہ خالد نے علم کیمیا کو ترقی پسندانہ رُخ دیا اور صحیح سمت عطا کی۔ سونا چاندی بنانے کے جنون کی بجائے علم کیمیا کو علم طب و ترابادین میں اشیاء کے اجزاء و خواص کے تعین میں مدد لینے کا رجحان فروغ پانے لگا۔ لیبارٹری میں ایسی دریافتیں ہوئیں جن کی بدولت عربوں کے فن حرب کو رومی فن حرب پر زبردست فوقیت حاصل ہوگئی۔ رومی افواج مسلمانوں کے ساتھ جنگ و پیکار کی کارروائیوں میں گریک فائر (آتش یونان) کے استعمال کے ذریعے وسیع جانی و مالی نقصان کرتی تھیں۔ گریک فائر، ایک شامی عیسائی کی ایجاد تھی جس میں کیمیاوی مرکب بچکاری کے ذریعے آگ پکڑ لیتا تھا۔ خالد کی تجربہ گاہ میں مسلمان سائنس دانوں کی سعی مسلسل کے نتیجے میں ایک ایجاد منظر عام پر لائی گئی جس میں روغن نفت استعمال ہوتا تھا۔ صلیبی جنگوں میں اسلامی افواج نے گریک فائر کے توڑ کے لئے اس کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا تھا۔

علامہ خالد کے شاگرد جابر بن حیان نے ایک کیمیائی تجربہ گاہ قائم کی تھی جو ظاہر ہے کہ استاد کی فنی تربیت، ذوق جستجو اور سائنسی فکر کا براہ راست نتیجہ تھی۔ ہمیں علم کیمیا کی تاریخ کے اس ابتدائی دور میں ایسے حیران کن حقائق سے واسطہ پڑتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً یہی کہ خالد کا شاگرد جابر بن حیان بہت سے کیمیاوی عوامل حتیٰ کہ کسری کشید (FRACTIONAL DISTILLATION) شورے اور نمک کا تیزاب بنانے، سٹیل (STEEL) تیار کرنے، چمڑا رنگنے اور وارنش بنانے کے طریقوں سے کماحقہ واقف تھا۔ جدید علم کیمیا کے ماہرین کو اس ابتدائی دور کے مسلمان دماغوں کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی روشن خدمات اور شبانہ روز عملی و تجربی تحقیق کے نتیجہ میں نہ صرف تکلیس (CALCINATION) عمل کشید (DISTILLATION) تصعید (SUBLIMATION) تقطیر (FILTRATION) اور تخمیر (FERMENTATION) کا باقاعدہ استعمال ہونے لگا۔ بلکہ کٹھالی (CRUCIBLE) ریٹارٹ (RETORT) اور بھٹی (FURNACE) ایسے مفید کیمیائی آلات و ظروف بھی تیار کئے گئے۔

افسوس کہ مسلمانوں کے باہمی مناقشات، مذہبی و نسلی تعصبات اور سیاسی اختلافات نے تاریخ کے

آئینہ کو بھی صاف نہ رہنے دیا۔ مؤرخین نے اپنے اپنے نظریات اور خیالات کو تاریخ نگاری پر اثرانداز ہونے دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عقیدت کے اندھے جذبات نے حقائق کی تہہ تک پہنچنے اور واقعات کا بے لاگ تجزیہ کرنے کی بجائے اس پراپیگنڈہ پر اکتفا کر لیا جو مخصوص سیاسی مقاصد کے تحت صدر اول کے مسلمان حکمرانوں کے خلاف صدیوں سے جاری ہے اور جس کی طرف ڈے خویہ نے باین الفاظ اشارہ کیا ہے کہ سچ کو جھوٹ سے بمشکل ہی تمیز کیا جا سکتا ہے۔ مؤرخ اسلام ابن خلدون نے بھی اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نااہل اور خود ساختہ مؤرخین نے تاریخ کو باطل اور من گھڑت خرافات و روایات سے خلط ملط کر ڈالا۔ لغو اور بے ہودہ باتیں اس میں بھر ڈالیں اور گھٹیا قسم کی وضعی روایات ادھر ادھر سے لے کر اس میں شامل کر دیں"(۱۱)

عصر حاضر میں دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے واضح امکانات اور حوصلہ افزا توقعات کے پیش نظر لازمی ہے کہ ہم اسلامی تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ایسے واقعات کو مؤثر انداز میں قلمبند کریں جن کا تعلق سائنس کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات سے ہے تاکہ ہمارے طالب علم اپنی تاریخ کو محض جنگ و قتال اور مخاصمت و مناقشت کی تاریخ یقین کرنے کی بجائے ایسی متحرک اور فعال تاریخ تصور کریں جو ہمارے اسلاف کے عظیم الشان علمی و فکری کارناموں سے لبریز ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ملت اسلامیہ کے سیاسی و تہذیبی زوال کا دور ظلمات زوال بغداد (۱۲۵۸ء) سے شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ حالات تو زوال بغداد کے حادثہ جانکاہ سے پہلے ہی دگرگوں ہو چکے تھے لیکن تاتاریوں کی یورش نے جس کے پس منظر میں باطنی تحریک کے عوامل کارفرما تھے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے پکے ہوئے پھل کی مانند اغیار کی جھولی میں گرتے چلے گئے۔

۲۔ باطنی تحریک سے ہماری مراد ایسے تمام عوامل و عناصر سے ہے جو اسلامی سیاسی اقتدار کو ختم کرنے کے لئے شروع ہی سے کوشاں رہے۔ ان کا سب سے کارگر ہتھیار یہ تھا کہ مسلمانوں کا قرآن کریم سے راہ راست

تعلق منقطع کر کے ایسے ماخذوں سے جوڑ دیا جائے جو اس انقطاع کو مزید گہرائی دیں اور بالآخر اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیادوں کو سرے سے اڑا دیں۔ مقصد بہر حال یہی تھا کہ اسلامی تہذیب و تمدن پر سے ربی چھاپ ختم کر کے اسے ایک ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) سے اتنا ہی دور ہو جتنا کہ شرک بدعت، باطنیت اور معاشری شکست و ریخت سے نزدیک ہو عبیداللہ بن میمون القداح اور عبداللہ بن سبا ایسے لوگوں نے اس تحریک میں نمایاں حصہ لیا تھا تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

1- DE- GOEJE, MEMOIRE SUR LES CORMATHES (مقالہ بابت قرامطہ)
LONDON, 1886.

2- BROWN HISTORY OF PERSIAN LITERATURE, 394 - VOL - I
LONDON -

نیز، الشہرستانی، الملل والنحل - ۸۴ - نجم الدین عمارہ، اخبار القرامطہ بالیمن، لندن ۱۳۰۹ھ ابن کثیر دمشقی، البدایہ والنہایہ ۱ : ۲۵۱ -

۳- انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا از ڈے خویہ (۱۹۷۱ء)

۴- الوراق، ابن الندیم، الفہرست (تحشیہ و ترجمہ محمد اسحاق بھٹی) ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۹ء

۵- البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر، انساب الاشراف ۶۹۰ -

۶- پروفیسر براؤن نے ۲۰-۱۹۱۹ میں "طب العرب" پر جو لیکچر دیئے جامعہ کیمبرج کے کالج آف فزیشنز (برطانیہ) میں دیئے تھے ان میں سے پہلے لیکچر میں انہوں نے ان خیالات کا اظہار کیا تھا۔ یہ لیکچر اب حکیم نیر واسطی کے تشریحی حواشی کے ساتھ لاہور سے کتابی صورت میں "طب العرب" کے نام سے اردو میں چھپ چکے ہیں۔

۷- ابن الندیم الوراق نے بھی خالد کی تالیفات میں سے کتاب الحرارت، کتاب صحیفہ الکبیر اور صحیفہ الصغیر

کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہیں اس نے خود دیکھا ہے ۔ (فہرست ، ۸۲۰ ، لاہور ۱۹۶۹ء)

۸ ۔ جابر بن حیان ، ایک سو کتابوں کا مصنف تھا ۔ ایک کتاب الکیمیا کا لاطینی ترجمہ رابرٹ آف جیسٹر نے ۱۱۴۴ء میں کیا اور السبعین کو جرارڈ آف کریمونا (۱۱۸۷ء) نے لاطینی زبان میں منتقل کیا ۔ ۱۸۹۳ء میں او ۔ ہوڈس نے جابر کی ۹ کتابوں کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ۔

۹ ۔ ہوار کلیمنٹ ، تاریخ ادب عربی ، لندن ۔

۱۰ ۔ جورجی زیدان ، تاریخ تمدن اسلامی ۳ : ۱۸۴ ۔

۱۱ ۔ ابن خلدون ، مقدمہ ۔ ۳۹ ۔ کراچی ۔

(بہ شکریہ ماہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد ، جون ۱۹۸۰ء)

اِظہارِ تعزیّت

○ مجلس احرارِ اسلام تلہ گنگ کے انتہائی مخلص کارکن جناب غلام شبیر صاحب کے معصوم بیٹے محمد معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے ○ مجلسِ احرارِ اسلام تلہ گنگ کے ایثار پیشہ اور وفادار کارکن جناب مستری محمد شفیق صاحب کی دادی صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں ۔ ○ ممتاز اہلِ قلم مولانا محمد جعفر قاسمی بھی رحلت فرما گئے ○ مجلس احرارِ اسلام رحیم یار خان کے کارکن شاہ محمد چوہان کی تین ماہ کی بیٹی وفات پا گئی ۔ ○ مجلس احرار اسلام حاصل پور کے رہنما جناب ابو سفیان تائب صاحب کی والدہ ماجدہ چند ماہ پہلے رحلت فرما گئیں ۔ ○ جامع مسجد لال خانیوال کے خطیب مولانا محمد صابر علی صاحب اختر کی والدہ محترمہ چند ماہ قبل اللہ کو پیاری ہو گئیں ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ محترمہ آپا نثار فاطمہؒ

○ محترمہ آپا نثار فاطمہؒ پاکستان میں خواتین میں دینی شعور کی بیداری کے لئے عمر بھر سرگرم رہیں ۔ انہوں نے عریانی و فحاشی پھیلانے والی مغرب تہذیب کی پروردہ خواتین کی بدنام زمانہ تنظیم "اپوا" کے مقابلے میں اتنی رکاوٹیں کھڑی کیں کہ انہیں ہٹانا اب کسی کے بس کا روگ نہیں ۔ محترمہ آپا نثار فاطمہ دو ماہ قبل انتقال فرما گئیں مگر ان کا مشن ان شاء اللہ زندہ رہے گا ۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے خاص دعاؤں کا اہتمام فرمائیں ○ ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام اراکین مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں ۔ اور لواحقین کے غم میں شریک ہیں (ادارہ)

ایک چونکا دینے والی —— رُلا دینے والی رپورٹ

حامد ریاض ڈوگر

تخریب کاری اور دہشت گردی کے خفیہ تربیتی مراکز

''فرقہ بندی'' کے نام پر ملک میں آگ لگانے کا منصوبہ

ان مراکز میں نوجوانوں کو ''نظریاتی'' لحاظ سے پختہ کیا جاتا ہے' انھیں مسلح کارروائیوں کی ضرورت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ انھیں جدید اسلحہ چلانے اور کمانڈو کارروائیوں کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان کے سرپرستوں میں مقامی زمیندار' تاجر اور بیوروکریسی میں اہم مناصب پر فائز افسران شامل ہیں ——

''تمہاری تربیت اگرچہ مکمل ہو چکی مگر یہ اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک تم کوئی شکار فراہم نہ کرو۔'' یہ وہ الفاظ ہیں جو مبینہ طور پر مرید عباس نے اپنے نو تربیت یافتہ ساتھی فدا حسین سے کہے۔ فدا حسین نے اس پر پہلے تو پریشانی اور ہچکچاہٹ کا اظہار کیا مگر جب اس کی تنظیم اور ساتھیوں کا دباؤ بڑھا تو اس نے اپنے ہی ایک قریبی عزیز کو بطور ''شکار'' نامزد کر کے تنظیم سے اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کر دیا۔

فدا حسین احمد پور شرقیہ سے تقریباً بارہ کلومیٹر شمال کی جانب موضع حامد پور کلاں کا رہائشی ککر برادری کا نوجوان ہے۔ اس بستی کے تمام لوگ اہلسنّت (دیوبندی) مسلک سے تعلق رکھتے ہیں فدا حسین کا تعلق بھی اسی مسلک سے تھا مگر کچھ عرصہ پیشتر وہ روزگار کے چکر میں چنگی محرر کے طور پر اوچ شریف پہنچا تو وہاں اس کا بعض ایسے نوجوانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو گیا جو ایک اور مذہبی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ قربت آہستہ آہستہ بڑھی اور اس نے باقاعدہ دوسرا مسلک اختیار کر لیا جس کا برادری میں شدید ردعمل ہوا اور خاندان نے فدا حسین کا سماجی مقاطعہ کر دیا۔ اس مقاطعے کے نتیجے میں فدا حسین کی نئے مسلک سے وابستگی مزید پختہ ہو گئی اور محلہ خواجگان اوچ شریف کے رہائشی دو نوجوانوں مجاہد حسین اور مشتاق حسین کے ذریعے وہ ایک تربیتی مرکز پہنچ گیا جہاں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نوجوان زیر تربیت تھے اور ایک نوجوان مرید عباس ان سب کا مربی تھا۔

مرید عباس' خان گڑھ کے ایک زمیندار گھمن شاہ کا صاحبزادہ اور قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور کا طالب علم ہے۔ اپنے ڈیل ڈول' حرکات و سکنات اور ہیئت کذائی کے

حوالے سے کالج میں "پیرپگاڑا" کے نام سے مشہور ہے' اپنے مسلک کی "حفاظت" اور ترویج و اشاعت کے لئے مسلح جدوجہد پر یقین رکھتا ہے' مبینہ طور پر مرید عباس ہر قسم کے جدید اسلحہ کے استعمال اور کمانڈو کارروائیوں میں خصوصی مہارت کا مالک ہے' پانی میں تیرنے اور گھٹنوں اور کہنیوں کے بل تیزی سے دوڑنے کا بھی ماہر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب تربیت اس نے ایک ہمسایہ ملک سے حاصل کی ہے اب بھی اکثر و بیشتر اس کا وہاں آنا جانا رہتا ہے اور بعض لوگوں کے بقول ہر مہینے کم از کم ایک جمعہ وہ ضرور اس ملک میں ادا کرتا ہے۔ وہ عراق کے خلاف چند سال قبل ختم ہونے والی جنگ میں شریک رہا۔ جنگ سے فارغ ہوا تو اپنے مسلک کے فروغ کے لئے واپس پاکستان چلا آیا اور "وفاق" کے نام سے خفیہ مسلح تنظیم قائم کی جس کا مقصد اپنے ہم مسلک نوجوانوں کو مسلح جدوجہد کے لئے تیار کرنا ہے وفاق کی شاخیں ملک بھر میں قائم ہیں۔

بہاولپور میں چولستان کے علاقے کو اپنی سرگرمیوں کے لئے موزوں ترین پاتے ہوئے وہاں ایک تربیتی مرکز قائم کیا گیا جس کی براہ راست نگرانی خود مرید عباس کرتا تھا۔ اسی قسم کا ایک اور مرکز سکھیل سے ذرا آگے غیر آباد مقام پر بھی قائم کیا گیا جس کی نگرانی احمد شاہ کلاچی کے ذمے بتائی جاتی ہے۔ ان مراکز میں نوجوانوں کو نظریاتی لحاظ سے پختہ کیا جاتا' انہیں مسلح کارروائیوں کی ضرورت و اہمیت سے آگاہ کیا جاتا اور انہیں جدید اسلحہ چلانے اور کمانڈو کارروائیوں کی عملی تربیت فراہم کی جاتی۔ بااثر مقامی افراد کی ایک طویل فہرست ہے جن کی سرپرستی مرید عباس اور اس کی مسلح سرگرمیوں کو حاصل بتائی جاتی ہے۔ اس فہرست میں مقامی زمیندار' تاجر اور بیوروکریسی میں اہم عہدوں پر متعین سمیت ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ یہ لوگ مرید عباس کے گروپ کی سرمایہ اور اثر و رسوخ کے ساتھ ہر قسم کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بہاولپور کا ایک دکاندار اس معاملہ میں مشہور ہے کہ وہ مرید عباس کی "کوڈ زبان" میں لکھی ہوئی چٹ ملنے پر ہر قسم کا اسلحہ مہیا کرتا ہے مثلاً "مشین" کی طلبی پر وہ "مشین گن" فراہم کردیتا ہے اسی طرح باقی ہتھیاروں اور گولہ بارود کی فراہمی کے لئے بھی "کوڈ" نام موجود ہیں۔ اس دکاندار کو گذشتہ دنوں اوپر تلے ہونے واقعات کے بعد پولیس نے حراست میں بھی لیا مگر بعد ازاں مبینہ طور پر بہت اعلیٰ سطح سے ہدایت اور ایک سفارت کار کی مداخلت پر رہا کردیا گیا۔

چولستان کے تربیتی مرکز کا سراغ تقریباً دو ماہ پیشتر اس وقت ملا جب ۲۰ جولائی ۹۱ء کو دوران گشت پولیس نے بعض افراد کو بڑی تعداد میں گولیوں کے خالی خولوں سمیت گرفتار

کیا۔ ضرورت تھی کہ معاملہ کو اسی وقت سنجیدگی سے لیا جاتا اور مقامی پولیس اہلکاروں نے اس کی کوشش بھی کی مگر ابتدائی تفتیش میں مسئلہ کی سنگینی کا علم ہو جانے کے باوجود علاقہ کے بعض انتہائی بااثر افراد ان رنگے ہاتھوں گرفتار کیے جانے والے افراد کو چھڑا لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور پولیس کارروائی ابتدائی رپورٹ سے آگے نہ بڑھ سکی۔

اسی تربیتی مرکز کی صدائے بازگشت ستمبر میں پھر سنی گئی اور محلہ عباسیہ احمد پور شرقیہ کے ایک شخص عبدالمجید نے تھانہ احمد پور شرقیہ میں رپورٹ درج کرائی کہ وہ احمد پور شرقیہ کے دو افراد کے ہمراہ کسی کام سے ٹمیسے پکھیوار جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے ریت کے ٹیلوں میں فائرنگ کی آواز سنی وہ اس جگہ پر پہنچا جہاں سے فائرنگ کی آواز آرہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ چودہ پندرہ افراد اسلحہ چلانے کی تربیت لے رہے ہیں اور کلاشنکوف' سٹین گن اور پستول وغیرہ سے فائرنگ کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ بعض علماء کا نام لے کر نعرے بازی اور دشنام طرازی بھی کر رہے تھے۔ عبدالمجید نے اپنی رپورٹ میں سات نوجوانوں کے نام بھی لکھوائے جنہیں اس نے شناخت کر لیا جبکہ باقی ماندہ کے بارے میں اس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ انہیں سامنے آنے پر شناخت کر سکتا ہے۔ جو نام رپورٹ میں درج کرائے گئے ان میں مرید عباس کے علاوہ کمرشل کالج احمد پور شرقیہ کے پرنسپل اکبر علی زیدی کا بیٹا حسنین حیدر اور بھانجا عابد حسین عسکری' اوچ شریف کے خواجہ سلیم' مجاہد حسین اور مشتاق حسین اور سکھیل کا صفدر حسین شامل ہیں پولیس نے اس رپورٹ پر اوچ شریف' احمد پور شرقیہ' بہاولپور اور خان گڑھ وغیرہ کے پندرہ نوجوانوں کے خلاف ۱۶ --- ایم پی او اور اسلحہ آرڈیننس کے تحت مقدمہ درج کر کے افسران بالا کو اطلاع کر دی اور اخباری اطلاعات کے مطابق ایس ایس پی بہاولپور نے ایس پی سی آئی اے سٹاف کی نگرانی میں معاملہ کی تحقیق و تفتیش کے لئے خصوصی سیل قائم کر دیا۔

بتایا جاتا ہے کہ حامد پور کلاں کا فدا حسین گکر بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اسی چولستانی کیمپ میں تربیت حاصل کرتا رہا۔ تربیت مکمل ہوئی تو اپنی روایت کے مطابق یا شاید اس لئے کہ فرید حسین اپنا مسلک تبدیل کر کے آیا تھا' اس کی آزمائش ضروری تھی۔ مرید عباس اور اس کے دیگر ساتھیوں نے اس سے تقاضا کیا کہ وہ کوئی شکار فراہم کرے۔ کافی ہچکچاہٹ کے بعد فدا حسین نے نشاندہی کی کہ وہ کوئی دوسرا شکار تو فراہم نہیں کر سکتا البتہ اس کا اپنا عزیز مولوی عبدالعزیز جو اس کا چچا زاد اور ہم زلف بھی ہے بطور شکار حاضر ہے۔ مولوی عبدالعزیز محکمہ انہار میں ملازم تھے اور کینال کالونی کو ٹلہ موسیٰ خاں میں اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ رہائش پذیر تھے وہ کالونی کی مسجد میں نماز کی

امامت کرواتے اور مسجد کے دینی مدرسے میں گردونواح کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرتے تھے۔

فدا حسین کی نشاندہی پر جب مولوی عبدالعزیز بطور "شکار" طے پا گئے تو شکاریوں نے ان پر جھپٹنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کارروائی سے قبل مرید' مشتاق اور مجاہد' مولوی صاحب کے گھر آئے' مولوی صاحب کے بیٹے سے چائے پی' گپ شپ کی اور جائے واردات کا خوب اچھی طرح جائزہ لیا۔ پھر وہ مبینہ طور پر "داہی جوگیاں" میں اپنے ایک ہم مسلک مولوی صاحب کے گھر گئے اور ایک سال قبل ہجی میں ہونے والے فرقہ ورانہ فساد کو سامنے رکھتے ہوئے مخالف علماء اور خطیبوں کی ایک ہٹ لسٹ تیار کی۔

□

بہرحال وقوعہ کے روز مرید عباس پہلے اوچ شریف گیا جہاں سے مشتاق اور مجاہد کو ہمراہ لے کر وہ کرائے کی ایک گاڑی میں حامد پور کلاں پہنچا یہاں سے فدا حسین کو گاڑی میں بٹھایا اور اگلی منزل پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فدا حسین واپس گاؤں پہنچا تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون تھے اور تمہیں کہاں لے گئے تھے تو اس نے بتایا کہ یہ میرے دوست تھے' شاہ گردیز ملتان میں دھماکہ ہوا ہے جس میں مقامی جاگیردار نوبہار شاہ کے کوئی عزیز ہلاک ہو گیا ہے' اس کی لاش آ رہی ہے۔ یہ لوگ نوبہار شاہ کو بتانے اور اس سے تعزیت کے لئے آئے تھے میں انہیں نوبہار شاہ کے ڈیرے پر چھوڑ کر آیا ہوں۔ فدا حسین نے ان لوگوں کو نوبہار شاہ کے ڈیرے پر چھوڑا یا کہیں اور ---- مگر شواہد یہ ہیں کہ ان تینوں نے رات کو ٹلہ موسیٰ خاں کے کینال ریسٹ ہاؤس میں گزاری جہاں ان کے قدموں اور سامان کے واضح نشانات ملے ہیں ---- وقوعہ سے تھوڑی دیر قبل مولوی عبدالعزیز نماز فجر کی ادائیگی کے لئے بیدار ہوئے' اپنی اہلیہ کو جگایا اور وضو کرنے لگے۔ اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی' مولوی صاحب نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ سامنے کھڑے کلاشنکوف بردار شخص نے ان پر فائر کر دیا اس کے ساتھ ہی دوسرے شخص نے کلہاڑی ان کے سر پر دے ماری جس سے مولوی عبدالعزیز صاحب زمین پر آ رہے' ان کی اہلیہ بچل مائی دوڑ کر آئی تیسرے شخص نے اسے نشانہ بنایا اور پستول سے اسے بھی ڈھیر کر دیا۔ پورے محلے میں شور مچ گیا۔ مولانا محمد ارشد اور محمد جمیل اور ہمسائے ریاض' حافظ سعید احمد اور عبدالرزاق وغیرہ نے حملہ آوروں کو للکارا تو کلاشنکوف بردار شخص تو فائر کرتا ہوا پھرتی سے فرار ہو گیا مگر دوسرے دو پکڑے گئے۔ پکڑے جانے والوں

کے نام مجاہد حسین اور مشتاق احمد تھے جبکہ مفرور کا نام مرید عباس عرف منیر احمد بتایا گیا۔ مرید عباس مولوی عبدالعزیز صاحب کے قتل کے بعد بھاگ کر چوک کو ٹلہ موسیٰ خاں پہنچا جہاں وہی مولوی صاحب جن کے گھر مخالف فرقہ کے علماء اور خطیبوں کی ہٹ لسٹ تیار کی گئی تھی، گاڑی لئے تیار کھڑے تھے جس کے ذریعے مرید عباس سیدھا اوچ شریف آیا یہاں سے وہ گاڑی جس پر رات وہ حامد پور کلاں فدا حسین کے پاس گیا تھا، اس نے دوبارہ کرایہ پر لی اور بہاولپور آگیا یہاں اس نے ڈرائیور کو سیدھے گیٹ کے راستے کی بجائے پچھلی طرف سے ہاسٹل چلنے کے لئے کہا۔ ہاسٹل پہنچ کر اس نے گاڑی کو فارغ کر دیا اور خود اپنا سامان سمیٹ کر نامعلوم مقام کی جانب فرار ہو گیا۔

حافظ عبدالعزیز صاحب سیدھے سادے دیندار انسان تھے اور فرقہ ورانہ اختلافات میں نہیں الجھتے تھے، اس لئے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کے قتل کی وجہ فرقہ واریت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وقوعہ کے روز ۱۱ ستمبر کو صبح سات بجے مقتول کے بیٹے ارشد نے جب رپورٹ تھانہ صدر احمد پور شرقیہ میں درج کرائی تھی اس کے خیال میں یہ ڈکیتی کی واردات تھی جس کے دوران اس کے والد اور والدہ کام آگئے تھے۔ مگر اسی دوران ایک عجیب واقعہ رونما ہوا ----- فوری طور پر حافظ عبدالعزیز صاحب کے قتل کی اطلاع حامد پور پہنچی تو فدا حسین اور دوسرے اعزہ و اقربا کینال ریسٹ ہاؤس پہنچ گئے یہاں جب فدا نے مشتاق اور مجاہد کو گرفتار پایا اور قریب ہی اپنے چچا زاد اور ہم زلف کی میت دیکھی تو اس کے خون نے جوش مارا اور وہ چیخ چیخ کر پکارنے لگا کہ ہائے ظالموں نے میرے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اسی بدحواسی کے عالم اور جذباتی کیفیت میں اس نے انکشاف کیا کہ رات جو مہمان اس کے پاس آئے تھے وہ یہی مشتاق، مجاہد اور مرید تھے۔ یوں واقعہ ایک نیا رخ اختیار کرنے لگا۔ پولیس تفتیش کے لئے آئی تو لوگوں نے ڈی ایس پی کو بتایا کہ فدا حسین یہ باتیں کرتا ہے ----- چنانچہ فدا حسین کو زیر تفتیش لایا گیا تو اس نے بہت سے انکشافات کر ڈالے اور چولستان کے تربیتی کیمپ سے لے کر مخالف علماء کی ہٹ لسٹ تک بہت سی چیزیں طشت از بام ہو گئیں۔

.... □ ....

فدا حسین کے انکشافات کی تائید میں کئی دوسری کڑیاں بھی ملتی چلی گئیں اولاً تو جو دو گرفتار شدہ ملزمان مشتاق اور مجاہد سے ملے ان میں سے جو اسلحہ اور کاغذات ملے وہ ہی معاملہ کی حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے کافی تھے مگر پولیس نے تفتیش کو آگے بڑھاتے ہوئے جب اس کار ڈرائیور کو پکڑا جسے مرید عباس نے واردات سے قبل اور دوران واردات

کے بعد استعمال کیا تھا تو اس نے بھی مبینہ طور پر ایک انتہائی اہم ثبوت پولیس کے حوالے کر دیا۔ یہ ثبوت مرید عباس کا ایک بڑا بیگ تھا۔ کار ڈرائیور کے بقول مرید عباس جب اوچ شریف سے اس کے ساتھ روانہ ہوا تو کار کی پچھلی نشست پر لیٹ کر سو گیا اسی نیند کے عالم میں اس کا بیگ سیٹ کے نیچے گر گیا اور قائداعظم میڈیکل کالج پہنچ کر جلدی میں اسے بیگ کا ہوش ہی نہ رہا کار ڈرائیور کو بیگ ملا تو اس نے امانت سمجھ کر اسے محفوظ کر لیا تاکہ جب مرید عباس دوبارہ بیگ مانگے تو وہ اس کے حوالے کر سکے مگر جب پولیس نے ڈرائیور کو شامل تفتیش کیا تو اسے یہ بیگ پولیس کے سپرد کرنا پڑا بتایا جاتا ہے کہ اس بیگ میں سے مرید کے کپڑوں اور جوتوں کے علاوہ اس کے دو مختلف ناموں سے شناختی کارڈ' ایک ہمسایہ ملک کا سکونتی کارڈ' ملتان کی ایک ممتاز مذہبی شخصیت کی طرف سے مرید کے نام خطوط' بہاولپور کے ایک دوکاندار سے اسلحہ کے لین دین کی رسیدیں اور دیواروں پر چاکنگ کے لئے مختلف نعروں پر مشتمل خطوط دستیاب ہوئے۔

.... □ ....

یوں ایک کے بعد دوسری کڑی ملنے سے ایک بڑی واضح داستان سامنے آ گئی جو آج بہاولپور اور گردونواح کے علاقوں میں زبان زد عام ہے اور ہر شخص اس پر اپنے انداز میں سوچتا اور تبصرہ کرتا ہے مگر پولیس اور انتظامیہ کے حکام اس بارے میں کوئی بتانے کے لئے قطعاً" تیار نہیں جس کے نتیجے میں ظاہر ہے کہ مختلف افواہیں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ حکام نہ جانے یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ حقائق کو عوام سے چھپانے کے نتائج مثبت نہیں منفی صورت میں سامنے آتے ہیں اگر حقائق مستند ذرائع سے عوام کو فراہم کر دیئے جائیں تو افواہیں دم توڑ دیتی ہیں مگر حقائق کو چھپایا جاتا ہے تو جتنے منہ اتنی باتیں کے مصداق بہت سی بے بنیاد باتوں کو عوام میں پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

حقائق جاننے کے لئے ایس پی' سی آئی اے سے جن کو اخباری اطلاعات کے مطابق ایس ایس پی بہاولپور محمد وسیم نے چولستان دہشت گردی کیمپ کے معاملہ کی چھان بین کرنے والے خصوصی سیل کی نگرانی سونپی ہے' ٹیلی فون پر رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس بات ہی سے انکار کر دیا کہ وہ ایسی کوئی تفتیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا" مجھے ایسے کسی معاملہ کا علم نہیں اور اگر ایس ایس پی صاحب نے میرے لئے ایسے کوئی احکام جاری کئے ہیں تو وہ ابھی مجھ تک نہیں پہنچے۔" وہ بھول رہے تھے کہ اس معاملہ کی تفتیش کے سلسلے میں انہوں نے جن لوگوں سے رابطہ کیا ہے جن سے پوچھ گچھ کی ہے' جن کے بیانات لئے ہیں'

انہیں انہوں نے ایسی کوئی ہدایت جاری نہیں کی کہ اس پوچھ گچھ کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور اگر انہوں نے ایسی ہدایت کی بھی ہے تو وہ اس سختی سے اس ہدایت پر کاربند نہیں رہ سکیں گے جس سختی سے وہ پورے معاملہ کے وجود ہی سے انکار کر رہے ہیں۔

ایس ایس پی بہاولپور محمد وسیم نے بھی ملاقات میں تقریباً ایس پی' سی آئی اے والا رویہ اختیار کیا اور حافظ عبدالعزیز کے قتل کی واردات کے علاوہ دیگر تمام معاملات کے عدم وجود پر اصرار کیا اور چولستان کیمپ کے بارے میں عبدالمجید نامی شخص کی رپورٹ بلکہ اس نام کے کسی فرد کی طرف سے احمد پور شرقیہ کے تھانہ میں کسی بھی قسم کی رپورٹ کے اندراج کی صاف صاف تردید کی اور انہیں محض اخبار نویسوں کے قصے کہانیاں قرار دیا۔ شاید پولیس جیسے اہم اور نازک محکمہ کے ایک ذمے دار عہدہ پر تعینات ہونے کے باوجود یہ بات ان کے علم میں نہیں تھی کہ تھانہ صدر احمد پور شرقیہ کی طرف سے عبدالمجید ولد حاجی خاں سکنہ محلّہ عباسیہ احمد پور شرقیہ کی طرف سے ۲۰ جولائی ۹۱ء کے وقوعہ کی ۲۶ ستمبر ۹۱ء کو درج کرائی گئی رپورٹ جس کا نمبر تھانہ ریکارڈ میں ۳۴۳ ہے' کی نقول پورے علاقہ میں آسانی سے دستیاب ہیں جو ایس ایس پی ہونے کے باوجود ان کے تردیدی بیان سے زیادہ مستند تائیدی ثبوت ہے۔

.... □ ....

حکام کسی معاملہ کی تردید یا تائید کرتے وقت یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے ذرائع کسی معاملہ کی تصدیق کے لئے ان کے اردگرد ہی موجود ہوتے ہیں' چنانچہ ضلع بہاولپور کے ایک اور محکمہ کے ڈویژنل سربراہ سے جب ہم نے اس معاملہ کے بارے میں کچھ جاننا چاہا تو انہوں نے ملزمان کے فقہی مسلک سے تعلق رکھنے کے باوجود تربیتی مرکز کے وجود کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ بہت سے ایسے لوگوں کے نام بھی بتائے جن کے بیٹے یا عزیز اس معاملہ میں ملوث تھے۔ تاہم انہوں نے اس تمام معاملہ میں اپنے فقہی بھائیوں سے اتنی ہمدردی ضرور کی کہ جرم کی نوعیت کو نرم کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ نوجوان کچھ دوستوں کے ورغلانے پر ان کے چکر میں آگئے تھے' جنہوں نے انہیں سمجھایا تھا کہ اسلحہ چلانے کی تربیت حاصل کرنا وقت کا تقاضا ہے اور یہ "تحفظ ذاتی" (Self Defence) کی خاطر بہت ضروری ہے۔

چولستان کے تربیتی کیمپ میں جن لوگوں کے نام لکھوائے گئے ہیں ان میں کمرشل کالج احمد پور شرقیہ کے پرنسپل اکبر علی زیدی کے بیٹے اور بھانجے کا نام بھی شامل ہے۔ اکبر علی

زیدی صاحب سے جب اس معاملہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی واقعہ کا سرے سے انکار کرنے کی بجائے ذرا مختلف انداز میں اس کی تائید کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ۲۰ جولائی کو ان کا بیٹا حسنین حیدر اور بھانجا عابد عسکری "مجلس" سننے کے لئے سکھیل گئے۔ پانچ چھ دوسرے نوجوان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ رات کو اطلاع ملی کہ میرے بیٹے اور بھانجے کو پولیس نے تھانے میں بٹھا رکھا ہے۔ میں نے تھانے جاکر وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ میرے بھانجے سے گولیوں کے خالی خول برآمد ہوئے ہیں اس لئے اس سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔ جب اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا کہ اسے کیوں پکڑا گیا ہے وہ تو بہت ذہین اور پڑھنے لکھنے والا نوجوان ہے اس کا اس مسلک کی طلبہ تنظیم سے بھی کوئی تعلق نہیں' وہ ہمیشہ فرسٹ ڈویژن حاصل کرتا رہا ہے۔ تو پولیس نے بتایا کہ حسنین حیدر کو نیر عباس زیدی سمجھ کر پکڑا گیا ہے کیونکہ اس کی شکل' داڑھی اور قد کاٹھ بالکل نیر عباس سے ملتا جلتا ہے (نیر عباس زیدی بھی قائداعظم میڈیکل کالج کا طالب علم ہے اور مرید عباس کا ساتھی بتایا جاتا ہے) بہر حال پولیس نے ان دونوں نوجوانوں کو اگلے دن رہا کر دیا۔ زیدی صاحب نے مزید بتایا کہ جب عابد عسکری سے پوچھا گیا کہ اس نے گولیوں کے خول کہاں سے لئے ہیں تو اس نے بتایا کہ مجلس سننے کے بعد وہ نہر پر نہا رہے تھے کہ ایک پلاسٹک کے لفافے میں بند یہ خول انہیں وہاں پڑے ملے' جو انہوں نے اٹھا لئے۔ واپسی پر راستہ میں پولیس نے ان سے پوچھ گچھ کی تو یہ خول برآمد ہونے پر انہیں پکڑ لیا گیا۔ ۲۰ ستمبر کو جب عبدالمجید نے چولستان کے تربیتی کیمپ کی رپورٹ تھانہ میں درج کرائی تو پولیس ایک دفعہ پھر عابد عسکری کو لینے آئی۔ پرنسپل صاحب نے کہا کہ اگلے دن لے جانا چنانچہ ۲۱ ستمبر کو پولیس عابد کو ایک بار پھر تھانے لے گئی کہ اس سے مزید پوچھ گچھ کرنا ہے۔ زیدی صاحب کے بقول ۲۱ ستمبر کو عابد کو گرفتار کیا گیا' ۲۶ ستمبر کو اس کے خلاف پرچہ کاٹا گیا اور ۳۰ ستمبر تک اسے گرفتاری ڈالے بغیر حراست میں رکھا گیا۔ تاہم چھ اکتوبر کو عابد عسکری کی ضمانت ہو گئی اور پرنسپل صاحب اسے گھر لے آئے۔

............□............

مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ خود ملزمان کے حامی اور سرپرست بھی اس طرح کھل کر واقعات کے وجود سے انکار نہیں کرتے جس طرح پولیس کے دو اعلیٰ افسران نے واقعات کے عدم وجود پر اصرار کیا۔۔۔۔ مگر اس معاملہ میں ایک اور اہم بیان ایک ذمے

دار پولیس افسر ہی کا ہے جس نے نہ صرف ان تمام واقعات کی تائید کی بلکہ ڈرتے ڈرتے لیکن واضح الفاظ میں بتایا کہ چولستان میں وطن عزیز کے خلاف ایک انتہائی بھیانک سازش پروان چڑھ رہی تھی۔ اس پولیس افسر کے بقول یہ تربیتی مرکز ایک ہمسایہ ملک کے تعاون سے چلایا جا رہا تھا جہاں سے مرکز کے لئے کسی نشان اور مارک کے بغیر اسلحہ اپنے گروہ کے ارکان کو فراہم کیا گیا ہے۔ پولیس افسر کو اصرار ہے کہ خان گڑھ ڈیرہ غازی خان میں بم کا دھماکہ بھی مرید عباس کے گروہ نے کرایا تھا جس میں سپاہ صحابہ کے سرپرست خواجہ یوسف جاں بحق ہو گئے تھے اس کے علاوہ یہ گروہ فرقہ ورانہ نوعیت کے متعدد دیگر واقعات میں بھی ملوث ہے اور کوئی مانے نہ مانے پشاور میں جنرل فضل حق کے قتل کے طریق اور واردات اور ملزمان کے فرار کے انداز کا جائزہ لینے کے بعد اس پولیس افسر کو یہ بھی یقین ہے کہ جنرل فضل حق کا قتل بھی مرید عباس اور اس کے ساتھیوں نے کیا ہے جو بہاولپور کے فرار کے بعد پشاور پہنچے اور کئی دن کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے بعد جنرل ریٹائرڈ فضل حق کو نشانہ بنایا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق مولانا عبدالعزیز اور ان کی اہلیہ بچل مائی کے قتل کے مقدمہ کا چالان پولیس نے فوری سماعت کی خصوصی عدالت کو بھجوا دیا ہے' توقع ہے کہ حسب روایت بہت جلد مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ بڑا ملزم اور گروہ کا سرغنہ مرید عباس ہنوز مفرور ہے اور پولیس اسے اشتہاری قرار دلوا کر مطمئن ہو گئی ہے۔ مگر اصل سوال یہ ہے کہ کب تک خطرناک گروہوں کے اصل سرغنہ اشتہاری قرار پا کر قرار واقعی سزا سے بچ جاتے رہیں گے۔ کیا پولیس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں کہ دو مختلف گروہوں کے اصل کرتا دھرتا لوگوں پر ہاتھ ڈال سکے۔ حکومت کو اس مقدمہ سے ہٹتے ہوئے بھی چولستان اور دیگر علاقوں میں قائم مبینہ دہشت گردی کیمپوں کا سختی سے نوٹس لینا ہوگا ورنہ قتل و غارت گری اور باہمی نفرت و عناد معاشرے کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔ اور پولیس اور انتظامیہ کے لوگوں کی لیپا پوتی معاشرے کو تباہی سے بچا نہ سکے گی۔

بہ شکریہ "ہفت روزہ زندگی" ۲۶ / اکتوبر تا یکم نومبر سنہ ۱۹۹۱ء

..... ☆ .....

آپ کے عطیات : محاسبۂ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرارِ اسلام کو دیجئے

بذریعہ منی آرڈر :- سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک :- اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

پروفیسر عابد صدّیقی

تعمیر آشوب

نئے فلیٹوں ، نئے مکانوں
نئے پلازوں کے سلسلوں کے
محاصرے میں
ہمارے شہروں میں
راحتوں کے ذخیرے ، آسودگی کے اندوختے
زیادہ دنوں کفایت نہ کر سکیں گے !

ہمارے شہروں میں یہ جو کالونیاں ہیں
ان میں حسین ، روشن ، نئے مکاں ہیں
جنہیں بنانے میں ، جن کی کرسی بلند کرنے میں
سارے لوگوں نے چاروں جانب سے ریت اٹھائی
گڑھے گھروں کے سبھی نے بھرنے کو
نئے گڑھے کھود کھود ڈالے
فراز کو ہم نے پست کر کے ، بھرے ہیں سارے نشیب اپنے
ہماری دانش حسین بنا کر دکھائے ہم کو فریب اپنے

ہمارے کھیتوں کی
نرم کچّی زمیں کی پگڈنڈیوں کے سینوں پہ

پتھروں کے عذاب اترے
ہمیں نے خوش ہو کے نرم مٹی میں اپنے ہاتھوں سے
سنگ پاروں کی فصل بوکر
سڑک بنائی
اگر ہمارے دلوں کی نرمی شقاوتوں سے بدل گئی ہے
تو رنج کیسا ؟
ہماری تعمیر میں جو مضمر خرابیاں ہیں
وہ سب عیاں ہیں
ہمارے شہروں میں یہ جو کالونیاں ہیں
ان میں حسین، روشن نئے مکاں ہیں
جنہیں بساتے بساتے ہم نے دلوں کی بستی اُجاڑ ڈالی
دلوں میں شفقت نہیں ہے باقی
نہ اپنے سینوں میں روشنی ہے۔
ہماری تعمیر دیدنی ہے ۔!

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھئے ! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد !
ہم اگر اُن کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،

فیصلہ آپ نے کرنا ہے ۔ بائیکاٹ یا ــــ ؟

جناب پروفیسر محمد رفیق

اقبال کا تصوّر جنّت و دوزخ

اقبال مرحوم ایک عظیم شاعر، فلسفی اور کاروانِ اُمت کے حُدی خواں تھے۔ فی الحقیقت اُن کے سوا تاریخِ اسلامی میں ایسا کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا جس نے اسلام کے پورے نظامِ فکر و عمل کو شاعری کا خوبصورت اور دل آویز جامہ پہنایا ہو۔ اُن کے کلام میں بیک وقت حافظ کی رنگینیٔ بیان، رُومی کا حکیمانہ لہجہ اور غالب کی شوخیٔ ادا پائی جاتی ہے۔ آج بین الاقوامی سطح پر وہ ایک مسلم مفکر کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔

تاہم انہوں نے جنّت و دوزخ کے بارے میں جو تصوّر اپنی انگریزی تصنیف:

"The Reconstruction of Religious Thought in Islam"

(تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) کے خطبۂ چہارم:

"The Human Ego - His Freedom and Immortality"

(انسانی خودی ــــ اُس کی حُریت و ابدیت) میں پیش کیا ہے، اور جس کی تشریح و توضیح ہمیں "پیامِ مشرق" اور "جاوید نامہ" میں شاعرانہ اُسلوبِ بیان کے ساتھ ملتی ہے، وہ نہایت قابلِ غور ہے۔

اقبال مرحوم کی رائے میں جنّت اور دوزخ مقامات نہیں ہیں بلکہ احوال و کیفیات کے نام ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> Heaven and Hell are states, not localities. The descriptions in the Quran are visual representations of an inner fact, i.e. character. Hell, in the words of the Quran, is 'God's kindled fire which mounts above the hearts' – the painful realization of one's failure as a man. Heaven is the joy of triumph over the forces of disintegration.'
>
> (P. 123)

ترجمہ: جنّت اور دوزخ احوال و کیفیات ہیں، مقامات نہیں ہیں، قرآن مجید میں ان کی جو کیفیت

بیان کی گئی ہے، اس سے مقصود بھی یہی ہے کہ ایک داخلی حقیقت، یعنی انسان کے اندرونی احوال کا نقشہ اس کی آنکھوں میں پھر جائے۔ جیسا کہ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں پر چڑھتی ہے، بالفاظِ دیگر وہ انسان کے اندر بحیثیت انسان اپنی ناکامی کا دردانگیز احساس ہے۔ اسی طرح جنت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پر غلبے اور کامرانی کی مسرت" (ص ۱۲۳)

مزید برآں اقبال مرحوم کے نزدیک جو لوگ جنت یا دوزخ میں ہوں گے، ان کے لیے خلود (ہمیشگی) نہیں ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند یا دوزخ کے عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔ بلکہ یہ بھی ایک دور زمانی ہوگا جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔ جنت اور دوزخ میں عدمِ خلود کے اس تصور سے متعلق اقبال مرحوم کے الفاظ یہ ہیں:

The word 'eternity' used in certain verses, relating to Hell, is explained by the Quran itself to mean only a period of time (78: 23). Time cannot be wholly irrelevant to the development of personality. Character tends to become permanent; its reshaping must require time. Hell, therefore, as conceived by the Quran, is not a pit of everlasting torture inflicted by a revengeful God; it is a corrective experience which may make a hardened ego once more sensitive to the living breeze of Divine Grace. Nor is Heaven a holiday. Life is one and continuous. Man marches always onward to receive ever fresh illuminations from an Infinite Reality which 'every moment appears in a new glory'. And the recipient of Divine illumination is not merely a passive recipient. Every act of a free ego creates a new situation, and thus offers further opportunities of creative unfolding.

(P. 123)

ترجمہ " قرآن مجید نے لفظ "خلود" کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے مراد محض ایک مدتِ زمانی (۷۸: ۲۳) ہے۔ یوں بھی انسانی سیرت کا تقاضا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرے، اس میں سختی اور پختگی پیدا ہوتی جائے، لہٰذا سیرت اور کردار کی تبدیلی کے لیے بھی "وقت" کی ضرورت ہوگی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہنم بھی کوئی "گڑھا" نہیں ہے جسے منتقم خدا نے اس لیے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتارِ عذاب رہیں۔ وہ درحقیقت تادیب کا ایک عمل ہے تاکہ جو خودی پتھر کی طرح سخت ہو گئی ہے وہ پھر

رحمتِ خداوندی کی نسیمِ جاں فزا کا اثر قبول کر سکے۔ لہٰذا جنت بھی لطف و عیش یا آرام و تعطل کی کوئی حالت نہیں۔ زندگی ایک ہے اور مسلسل، اور اس لیے انسان بھی اس ذاتِ لا متناہی کی نوبہ نو تجلیات کے لیے، جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے، ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہے گا۔ پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیاتِ الٰہیہ سے سرفراز ہو وہ صرف ان کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا۔ خودی کی زندگی اختیار کی زندگی ہے جس کا ہر عمل ایک نیا موقف پیدا کر دیتا ہے اور یوں اپنی خلاقی اور ایجاد و طباعی کے لیے نئے نئے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔" (ص۔ ۱۲۳)

اقبال مرحوم نے اپنے انہی تصورات کو اپنے اشعار میں بھی کئی جگہ پیش کیا ہے۔ اپنے مجموعۂ کلام "پیامِ مشرق" کے حصۂ افکار میں "حور و شاعر" کے عنوان سے گوئٹے کے نام جو جوابی نظم لکھی ہے، اس میں بھی انہوں نے جنت و دوزخ سے متعلق اپنے یہی نظریات ظاہر کیے ہیں۔ اس مکالماتی نظم میں حورِ بہشت شاعر (اقبال) سے یہ شکایت کرتی ہے کہ:

نہ بہ بادہ میل داری نہ بمن نظر کشائی
عجب این کہ تو نہ دانی رہ و رسمِ آشنائی

ترجمہ: تو نہ تو شراب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ میری جانب نگاہ اٹھاتا ہے۔ تعجب ہے کہ تجھے آدابِ محبت بھی معلوم نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں شاعر (اقبال) کہتا ہے کہ ؎

چہ کنم کہ فطرتِ من بہ مقام در نسازد
دلِ ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے

چو نظر قرار گیرد بہ نگارِ خوب روئے
تپد آں زماں دلِ من پئے خوب تر نگارے

ز شرر ستارہ جویم، ز ستارہ آفتابے
سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے

چو ز بادۂ بہارے، قدحے کشیدہ خیزم
غزلے دگر سرایم بہ ہوائے نو بہارے

طلبم نہایت آں کہ نہایتے ندارد
بہ نگاہے ناشکیبے، بہ دلِ امیدوارے

دلِ عاشقاں بمیرد بہ بہشتِ جاودانے
نہ نوائے دردمندے، نہ غمے، نہ غم گسارے

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۲۹۶ تا ۲۹۸)

ترجمہ:

— میں کیا کروں میرے مزاج کو کسی مقام سے سازگاری نہیں ہے میرا دل ہر وقت بے قرار رہتا ہے جیسے باغ میں صبا بے قرار رہتی ہے۔

— جب میری نگاہ کسی خوب صورت محبوب پر پڑتی ہے تو میرا دل اُسی وقت کسی اور زیادہ خوب صورت محبوب کی طلب میں تڑپنے لگتا ہے۔

— مجھے شرر کے بعد ستارے کی اور ستارے کے بعد سورج کی تلاش رہتی ہے۔ میری کوئی منزل نہیں ہے۔ کیونکہ کسی جگہ مقیم ہو جانے میں میرے لیے موت ہے۔

— جب میں موسم بہار کی شراب کا ایک جام لنڈھا کر اُٹھتا ہوں تو فضائے نو بہار میں آ کر ایک تازہ غزل کہتا ہوں۔

— مجھے اپنی بے چین نگاہ اور اپنے پُر اُمید دل کے سامنے ایسی انتہا کی تلاش ہے، جس کی اور کوئی انتہا نہیں۔

— عاشقوں کا دل اس بہشتِ جاودانی میں پہنچ کر مر جاتا ہے جہاں کسی دردمند کی صدا نہیں جہاں کوئی غم نہیں اور کوئی غم گسار نہیں۔"

اسی طرح "جاوید نامہ" میں بھی اقبال مرحوم نے اپنے اسی تصور کو مُرشدِ رُومی کی زبان سے یوں بیان کیا ہے ؎

آنچہ خوانی کوثر و غلمان و حور
جلوۂ ایں عالمِ جذب و سُرور

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۳۴۷)

ترجمہ: جو کچھ تو کوثر، غلمان اور حوروں کے بارے میں پڑھتا سنتا ہے اُس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اسی جذب و سُرور کی دُنیا کا ایک جلوہ ہے۔

اور اسی "جاوید نامہ" میں جب زندہ رود (اقبال) فردوسِ بریں سے رخصت ہونے لگتا ہے تو جنت کی حوریں اس سے ہم نشینی کی فرمائش کرتی ہیں۔

برلبِ شاں زندہ رود، اے زندہ رود
زندہ رود، اے صاحبِ سوز و سُرود
شور و غوغا از یسار و از یمین
یک دو دم با ما نشیں، با ما نشیں

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۷۷۴)

ترجمۂ اشعار: "اُن کے لبوں پر زندہ رود، زندہ رود کا نام ہے اور وہ زندہ رود کو جو کہ صاحبِ سوز و سرور ہے، پکار رہی ہیں، دائیں بائیں ہر طرف ان کا شور و غوغا ہے

اور وہ کہتی ہیں کہ اور کچھ دیر کے لیے ہمارے ساتھ رہو۔"

مگر اُن کے جواب میں زندہ رود (اقبال) یہ کہتا ہے ؎

راہرو کو داند اسرارِ سفر — ترسد از منزل ز رہزن بیشتر
عشق در ہجر و وصال آسودہ نیست — بے جمالِ لایزال آسودہ نیست
ابتدا پیشِ بتاں اُفتادگی — انتہا از دلبراں آزادگی
عشق بے پروا و ہر دم در رحیل — در مکان و لامکاں ابن السبیل

کیشِ ما مانندِ موج تیز گام
اختیارِ جادہ و ترکِ مقام

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۷۷۵)

ترجمۂ اشعار:

— وہ راہرو جو سفر کے رازوں سے واقف ہے، اُسے خوفِ راہزن سے بڑھ کر خوفِ منزل ہوتا ہے۔

— عشق کو نہ ہجر میں چین ہے، نہ وصال میں، اُسے جمالِ لازوال کے بغیر آسودگی کہاں؟

— عشق کی ابتداء محبوبوں کے سامنے عجز و انکساری ہے اور اس کی انتہا دلبروں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

— عشق بے پرواہ ہے، ہر وقت محوِ سفر رہتا ہے۔ مکان ہو یا لامکاں وہ دونوں ہی میں مسافر ہوتا ہے۔

— ہمارا مذہب وہ ہے جو تیز رفتار موج کا ہے۔ ہم راستہ تو اختیار کرتے ہیں مگر کبھی مقام پر ٹھہرا نہیں کرتے۔"

اقبال مرحوم کے انہی تصورات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب "فکرِ اقبال" میں لکھا ہے کہ:

"اقبال کے ہاں عذاب و ثواب اور جنت و دوزخ کا تصور بھی عام عقاید سے بہت کچھ الگ ہو گیا ہے۔ وہ جنت کو مومن کا مقصود نہیں سمجھتا اور نہ ہی اسے ابدی عشرت

کا مقام خیال کرتا ہے۔ اس کے نزدیک جنت یا دوزخ مقامی نہیں بلکہ نفسی ہیں:

جس کا عمل ہے بے غرض، اُس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر"

(فکرِ اقبال، ص ۱۲۵، مطبوعہ بزمِ اقبال، لاہور)

اقبال مرحوم کی کتاب "تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" کے خطبۂ چہارم کے متضمنات پر اقبال کی ترجمانی کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مزید لکھتے ہیں کہ:

"اگر ہم مکانی تصورات سے نجات حاصل کرلیں تو یہ عقیدہ بھی قائم کر سکتے ہیں کہ جنت و دوزخ مقامات کا نام نہیں، بلکہ نفس کے احوال کا نام ہے۔ از رُوئے قرآن دوزخ کی آگ کسی خارجی ایندھن سے نہیں جلتی بلکہ اس کے شعلے قلوب میں سے اُٹھتے ہیں"

(فکرِ اقبال، ص ۸۲۳)

ان تصوّرات کا تجزیہ ہمارے نزدیک اقبال مرحوم کے یہ دونوں تصوّرات — جنت و دوزخ کا مقامات کی بجائے احوال و کیفیات ہونا اور وہاں کی زندگی میں عدمِ خُلود ہونا — قرآن مجید کی آیات اور اس کے نصوص کے صریحاً خلاف اور غلط ہیں۔

اپنے پہلے تصور کے حق میں اُنہوں نے جو قرآنی دلیل دی ہے، اُس کا اصل حوالہ یہ ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ	وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچتی ہے۔

(ھُمَزَہ - آیت - ۶، ۷)

اِن دونوں آیاتِ قرآنی سے اقبال مرحوم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے، بلکہ ناکامی کے دردانگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔

اب ذرا ان دونوں آیاتِ مذکورہ کا اصل سیاقِ کلام ملاحظہ ہو:۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۙ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ وَمَآ	ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں پہ طعن کرتا اور پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرنے کا خوگر ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اُسے گِن گِن کر رکھتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ

اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ	اس کے پاس رہے گا ۔ ہرگز نہیں، وہ شخص
الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى	چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا
الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ	اور تمہیں کیا معلوم وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ
مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ	کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک
مُّمَدَّدَةٍ ۝	پہنچے گی ۔ وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی
(سورۂ ھمزہ)	اس حال میں کہ وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے
	ہوئے ہوں گے ۔

پوری سورہ کے اس سیاقِ کلام میں لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ (وہ شخص چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا) اور فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے) کے قرآنی الفاظ بول بول کر اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اس میں اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ سے دوزخ مراد ہے جو ایک آتشیں مقام اور جگہ ہے ۔

پھر دوزخ کے مقام ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں اتنے واضح دلائل، نظائر اور نصوص موجود ہیں، جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا ۔ اور ان شواہد کی موجودگی میں دوزخ کا کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا جو دوزخ ہی سے متعلق قرآن مجید کی دوسری تصریحات سے متصادم یا ان کے منافی ہو ۔ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ دوزخ کو بِئْسَ الْمَصِيْرُ (البقرہ ۔ ۱۲۶) اور بِئْسَ الْمِهَادُ (آل عمران ۱۲) کہا گیا ہے، جن کے معنی ہیں "برا ٹھکانا" ۔ کہیں اُسے دَارُ الْفَاسِقِيْنَ (فاسقوں کا گھر ۔ الاعراف ۱۴۵) قرار دیا ہے ۔ کبھی اسے دَارُ الْبَوَارِ (ہلاکت خانہ ۔ ابراہیم ۔ ۲۸) کا نام دیا گیا ہے ۔ کبھی اُسے مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ (ظالموں کے رہنے کی جگہ ۔ آل عمران ۔ ۱۵۱) سے تعبیر کیا گیا ہے، کبھی اُسے بِئْسَ الْقَرَارُ (بری جگہ ۔ ابراہیم ۔ ۲۹) بتایا ہے، اور کہیں اُسے هَاوِيَةٌ (گڑھا ۔ القارعہ ۹) کہا ہے ۔

قرآن مجید کے اس قدر کثیر نصوص اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے آخر سورۂ ہمزہ کے مذکورہ حوالے کی بنیاد پر یہ کہنے کی گنجائش کہاں ہے کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے اور ناکامی کے درد انگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے ۔

دوسری جانب جنت کے مقام و مستقر ہونے کے نصوص اور قطعی دلائل بھی خود قرآن مجید میں

موجود ہیں - چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

ا۔ سورۂ فرقان میں "عباد الرحمٰن" اللہ کے نیک بندوں کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ وہ ایک اچھے مستقر اور مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ	ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے جنت
بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا	میں رہنے کو بالا خانے ملیں گے اور وہاں دعا
تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ خٰلِدِيْنَ	اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔
فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ	جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیا ہی اچھی جگہ ہے
مُقَامًا ○	تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے ہو یا مستقل طور

(الفرقان، آیت ۷۵، ۷۶) پر رہنے کے لیے۔

۲۔ سورۂ نازعات آیت ۴۱ میں بتایا کہ نیک نفس انسان کے لیے جنت کا ٹھکانا ہوگا۔

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ پھر جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

۳۔ سورۂ دخان میں ہے کہ پرہیزگاروں کے لیے جنت اور چشموں کی جائے امن ہوگی۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ بے شک پرہیزگار لوگ امن کی جگہ پر ہوں گے، باغوں میں اور چشموں میں۔

اب آئیے اس قرآنی دلیل کی طرف جس کی بنیاد پر اقبال مرحوم نے جنت اور دوزخ میں عدم خلود ہونے کا نظریہ قائم کیا ہے۔ جس آیت کا حوالہ انہوں نے دیا ہے۔ وہ سورۂ نبا کی آیت ۲۳ ہے۔ جہاں اللہ کے باغیوں کو جہنم کی وعید سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ:

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ○ وہ اس میں رہیں گے قرنوں تک۔

اس آیت کے لفظ احقاب سے اقبال مرحوم یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ قرنوں تک کی مدت کہیں جاکر ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا دوزخ میں کسی کے لیے بھی خلود نہ ہوگا۔

مگر یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات کے قطعی خلاف ہے۔

ا۔ لغت کی دلیل: پہلی بات جو بات مرحوم کے استدلال کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے، لفظ احقاب کے لغوی معنی و مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی ہے۔ عربی لغت میں احقاب (واحد حقب اور حقبہ) کے معنی لامتناہی زمانے کے ہیں۔ عربی زبان کے مشہور و مستند لغت لسان العرب میں اسی لفظ

کے معنی "مُدَّةٌ لَا وَقْتَ لَهَا" (جلد ا ص ۳۲۶) کے بیان کیے گئے ہیں، جس کے معنی ہیں "ایسی مدت جس کے ختم ہونے کے لیے کوئی وقت نہ ہو"۔ پھر اسی لغت میں مشہور ماہرِ لغت "فرّاء" کا قول درج کیا گیا ہے، جس کے نزدیک اس آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے:

"والمعنیٰ انهم یلبثون فیها احقابا، کلما مضیٰ حُقُبٌ تبعه حقب آخر" (لسان العرب، جلد اوّل۔ ص ۳۲۶)	"اور اس کے معنی کہ وہ دوزخ میں احقاب کی مدت رہیں گے، یہ ہیں کہ جب ایک دورِ زمانی گذرے گا تو پھر دوسرا دورِ زمانی شروع ہو جائے گا"۔

ایک اور ماہرِ لغت "الزجاج" کا یہ قول بھی اسی لغت میں موجود ہے:

"المعنیٰ انهم یلبثون فیها احقابا لا یذوقون فی الاحقاب برداً ولا شراباً وهم خالدون فی النار ابداً" (لسان العرب۔ ابن منظور جلد ا ص ۳۲۶)	اور ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس میں احقاب تک رہیں گے۔ یہ ہیں کہ احقاب تک ان کو دوزخ میں نہ کوئی ٹھنڈک ملے گی اور نہ کوئی اچھا مشروب ملے گا۔ اور وہ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

عربی زبان کے ایک ماہرِ لغت مفسرِ قرآن علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر "الکشاف" میں لٰبِثِینَ فِیهَآ اَحْقَابًا کی اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

"احقابا: حقبا بعد حقب کلما مضیٰ حقب تبعه آخر الیٰ غیر نهایة۔ ولا یکاد یستعمل الحقب والحقبة الا حیث یراد تتابع الازمنة وتوالیها" (الکشاف جلد ۴، ص ۲۰۹، طبع مصر)	احقاب کے معنی ہیں ایک مدتِ دراز ختم ہونے کے بعد دوسری مدت دراز کا شروع ہو جانا، لاتناہی طور پر حقب اور حقبہ (جمع احقاب) کے الفاظ کا استعمال صرف ایسی صورت میں ہوتا ہے جہاں پے در پے ایک زمانہ ختم ہو جانے کے بعد دوسرے زمانے کا آغاز ہو جانا ہوتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم نے قرآن مجید کی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"اَحقاب کے بصیغۂ جمع آجانے سے کوئی گنجائش دوزخ کے عدم خلود کے قائلوں

کے لیے نہ رہی"۔

(بحوالہ ترجمہ و تفسیر قرآن مجید ص ۱۱۰۷، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ)

مولانا امین احسن اصلاحی نے آیتِ مذکورہ کا یہ مطلب تحریر کیا ہے۔

"لٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا، اَحْقَابٌ کے معنی قرنوں کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کے الفاظ سے ہو گئی ہے۔ یعنی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اس سے طویل مدت مراد لے کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دن ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ رائے غلط ہے۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں کرتے ہیں نہ کہ مفصل کی شرح مجمل کی روشنی میں۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ مفصل ہیں اور لفظ احقاب مجمل۔ اس مجمل کو مفصل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اس کے برعکس۔

علاوہ ازیں یہاں انجام باغیوں اور سرکشوں کا بیان ہوا ہے، جس کے لیے قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ تصریح ہے کہ ان کو جہنم سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا"۔

(تدبر قرآن، جلد ۹، ص ۱۴۳، لاہور، ۱۹۸۳ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

"اصل میں لفظ احقاب، استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں پے درپے آنے والے طویل زمانے، ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دَور ختم ہوتے ہی دوسرا دَور شروع ہو جائے۔ اس لفظ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنت کی زندگی میں تو ہمیشگی ہو گی اور جہنم میں ہمیشگی نہیں ہو گی۔ کیونکہ یہ مدتیں خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں، بہرحال جب مدتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے یہی متصور ہوتا ہے کہ وہ لا متناہی نہ ہوں گی بلکہ کبھی نہ کبھی جا کر ختم ہو جائیں گی۔ لیکن یہ استدلال دو وجوہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ عربی لغت کے لحاظ سے "حقب" کے لفظ ہی میں یہ مفہوم شامل ہے کہ ایک حقب کے پیچھے دوسرا حقب ہو، اس لیے احقاب لازماً ایسے ادوار ہی کے لیے بولا جائے گا جو پے درپے ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں اور کوئی دَور بھی ایسا نہ ہو جس کے پیچھے دوسرا دَور نہ آئے۔ دوسرے یہ کہ کسی موضوع کے متعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی

ایسا مفہوم لینا اُصولاً غلط ہے جو اُسی موضوع کے بارے میں قرآن کے دوسرے بیانات سے متصادم ہوتا ہو۔ قرآن میں ۳۴ مقامات پر اہلِ جہنم کے لیے خلود (ہمیشگی) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور ایک جگہ صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ "وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں، مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔" (المائدہ، آیت ۳۷) .... ان تصریحات کے بعد لفظ احقاب کی بنیاد پر یہ کہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جہنم میں خدا کے باغیوں کا قیام دائمی نہیں ہوگا، بلکہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔"

(تفہیم القرآن، جلد ۶، ص ۲۲۹، ۲۳۰)

۲۔ اُصولِ تفسیر کی دلیل | قرآن مجید کی تفسیر کا ایک مسلّمہ اُصول (بلکہ اصل الاُصول) تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی کی روشنی میں کی جائے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ القرآن یُفسّر بعضہ بعضہ (قرآن کا بعض اُس کے بعض کی تفسیر کر دیتا ہے)۔

اِس اُصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو قرآن مجید نے چالیس سے زیادہ مقامات پر یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جنت یا دوزخ میں رہنے والے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہوں گے یعنی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے گویا قرآن مجید نے خلود فی النار (دوزخ میں ہمیشگی) اور خلود فی الجنۃ (جنت میں ہمیشگی) کی تصریحات خود فرما دی ہیں۔ اور پھر گیارہ مقامات پر اس ضمن میں خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کے الفاظ آئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ "وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُس میں رہیں گے۔" ان گیارہ مقامات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ نساء آیت ۵۷، ۱۲۲۔ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۹۔ سورۃ توبہ آیت ۲۲، ۱۰۰۔ سورۃ احزاب آیت ۶۵۔ سورۃ تغابن آیت ۹۔ سورۃ طلاق آیت ۱۱۔ سورۃ جن آیت ۲۳۔ نیز سورۃ بیّنہ آیت ۸)۔

مزید برآں سورۃ کہف آیت ۳ میں مَاکِثِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ "وہ اُس میں ابد تک رہنے والے ہیں۔"

پھر سورۃ مائدہ آیت ۳۷ میں ہے کہ کافر یہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں مگر وہ اس میں سے نکل نہ سکیں گے اور اُن کے دائمی عذاب ہوگا۔

يُرِيدُونَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ز وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٥

وہ (کافر) چاہیں گے کہ اس آگ سے نکل بھاگیں، مگر وہ اس میں سے نکل نہ سکیں گے۔ اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہوگا۔

(المائدہ - آیت ۳۷)

جب اتنے کثیر نصوصِ قرآنیہ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں خلود ہے: ہمیشگی ہے، دوام ہے اور ابدیت ہے، تو پھر "احقاب" کے لفظ سے کس طرح جنت و دوزخ میں عدمِ خلود ہونے کا ثبوت نکالا جا سکتا ہے؟

ہماری رائے میں اقبال مرحوم نے جنت و دوزخ کے بارے میں جو نظریات قائم کیے ہیں، وہ درست نہیں ہیں اور قرآن مجید کی واضح تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ علامہ کا ایک خاص فلسفیانہ اور صوفیانہ طرزِ فکر بھی کہیں کہیں جھلکتا ہے۔ یہ بحث بھی اسی کیفیت کے تحت آتی ہے۔

جنت کے بارے میں ایک تصور تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلامِ مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرما دیا ہے۔ قرآن مجید نے اس جنت کا تعارف کراتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ٥

اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا بہشت میں موجود ہوگی اور جو چیز تم طلب کرو گے وہاں حاضر ہوگی۔ یہ بخشنے والے مہربان خدا کی طرف سے مہمانی ہوگی۔

(حٰم سجدہ - آیت ۳۱، ۳۲)

گویا جنت وہ مقام ہے جہاں وہ ساری نعمتیں اور آسائشیں میسر ہوں گی جن کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ اور نفسِ انسانی کی ہر طلب پوری ہوگی۔ جہاں پر ہر پیاس کے لیے سیرابی، ہر بھوک کے لیے سیری اور ہر آرزو کے لیے تکمیل ہوگی۔ جہاں پر کوئی جکڑ بندی، کوئی مجبوری اور کوئی اکتاہٹ نہ ہوگی۔ بلکہ ہر لمحہ نئی تازگی، ہر لحظہ نئی دلچسپی اور دل بستگی کا سروسامان ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی جنت کا ہمیں یہی تصور دیا ہے کہ اس میں نت نئے ممکنات موجود ہوں گے۔ گنجائش ہے کہ نئے نئے مناظر طلب کیے جا سکیں، خلاؤں میں پرواز کی جا سکے، ستاروں اور کہکشانوں کی سیر ہوتی رہے۔ لیکن اگر مقصود یہ ہو کہ جنتِ الٰہی کے بنیادی قرآنی تصور کے بجائے سرے سے کسی

من مانی جنت کی حسرت میں پڑے رہیں تو اس سے حقیقت واقعی تو بدلے گی۔ اور قرآن کے بیان کردہ تصور سے ہم دور رہ جائیں گے۔

پھر یاد رہے کہ اقبال مرحوم ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی کتاب "پیامِ مشرق ۱۹۱۸ء میں، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ۱۹۳۰ء میں، اور جاوید نامہ ۱۹۳۶ء میں طبع ہوئی ہے۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، اقبال مرحوم کے چند انگریزی خطبات پر مشتمل ہے وہ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں مدارس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پر مدارس حیدر آباد اور علی گڑھ میں دیئے گئے تھے۔ اس طرح جنت و دوزخ سے متعلق اقبال مرحوم کے درج بالا نظریات گویا عمر بھر اُن کے نظریات رہے۔

اس لیے یہ کہنا غلط ہوگا کہ اُن کے یہ نظریات تو اُن کی ابتدائی زندگی میں تھے، ممکن ہے بعد میں انہوں نے ان سے رجوع کر لیا ہو جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جنت و دوزخ کے بارے میں اقبال مرحوم کے مذکورہ بالا نظریات کا تعلق ان کی ابتدائی زندگی سے ہرگز نہیں ہے اور ان سے ان کا رجوع یا برأت اُن کی عمر کے کسی حصے میں بھی ثابت نہیں ہے۔

ہمیں اعتراف ہے کہ اقبال ہماری قیمتی متاع ہے۔ وہ قافلۂ اُمت کا حُدی خوان اور لشکرِ اُمت کا رجز خوان ہے۔ وہ ہمیں مایوسی اور قنوطیت سے بچاتا، جمود کو توڑتا، خوابیدہ دلوں کو بیدار کر کے انہیں زندگی اور حرکت سے آشنا کرتا ہے۔ وہ ہمیں اُمید اور رجائیت کی تلقین کرتا اور عالمگیر انقلابِ اسلامی کی دعوت دیتا ہے۔

ہم اقبال کی شاعرانہ عظمت اور اس کے حکیمانہ فکر کا احترام کرتے ہیں اور اس کے ایمان افروز پیغام سے محبت کرتے ہیں۔ البتہ غیر مشروط اطاعت و اخذ ہدایت صرف نبی پاک سے کر سکتے ہیں۔ نبی تنقید سے بالاتر ہے مگر ہمارا محترم ملی شاعر و حکیم تنقید سے بالاتر نہیں ہے۔ ہمیں خُذْ مَا صَفَا، دَعْ مَا كَدِرَ کے دانشمندانہ اُصول کے مطابق حق بات کی تائید کرنا اور باطل قول کو چھوڑنا ہوگا۔ اقبال شناسی کا صحیح طریقہ یہی ہے۔ ہم صرف اسی صورت میں اقبال سے انصاف کر سکتے ہیں، اسی میں اقبال کی عظمت پوشیدہ ہے، ورنہ اگر ہم اسے خدا یا نبی بنانے کی کوشش کریں گے تو پھر ہمارے پاس وہ اقبال بھی نہیں رہے گا جس پر آج ہمیں فخر و ناز ہے۔

(بہ شکریہ "ترجمان القرآن" لاہور)

حرِ آغاز

میں کیسے مُسلمان ہوا؟

امامِ انقلاب مولانا عبیدُاللہ سِندھی رحمۃُاللہ علیہ

اِمامِ اِنقلاب مولانا عبیدُاللہ سِندھی رحمۃاللہ علیہ کا نام محتاجِ تعارف نہیں وہ تحریکِ آزادی کے صفِ اوّل کے رہنما، عظیم مفکّر و مصلح دانش ور متبحر عالمِ دین تھے۔ سکھ خاندان سے تعلّق رکھتے تھے، مطالعہ و مشاہدہ اور شعور کے ساتھ اسلام قبول کیا پھر تمام صلاحیتیں اِسلامی انقلاب اور استحکام اسلام کے لئے وقف کر دیں۔ آزادی وطن کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ وہ ایک مشنری مین تھے، آزادی کے لئے ہجرت بھی کی اور مُلکوں مُلکوں خاک چھانتے رہے، افغانستان، ترکی، روس، سوئٹزرلینڈ اور حجاز میں برسوں مقیم رہے اور مُسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کی عملی تدبیریں کرتے رہے۔ وہ جہاں جاتے اپنا جہان آپ پیدا کر لیتے۔ ان ممالک میں قیام کے دوران زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور قرآن وحدیث کے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ اپنے قابلِ فخر شاگردوں کی جماعت ہر جگہ تیار کی۔ تبلیغ دین کی تڑپ نے انہیں دیوانہ کر دیا تھا اور وہ اپنی ذات سے بیگانہ ہو کر اسی ایک ہی جذبہ میں سرمست و سرشار رہے۔ الہام الرّحمٰن کے نام سے قرآن کریم کی انقلابی تفسیر لکھی۔ اسلام کے معاشی نظام کے حوالے سے اور بعض دوسرے مسائل میں تفرد اختیار کیا جس کی وجہ سے اُنکی شخصیت علماء کے حلقہ میں متنازعہ ہو کر رہ گئی لیکن اُن کے تقویٰ، علم، اِخلاص ایثار اور جدوجہد سے انکار ممکن نہیں۔ عمر کے آخری حصہ میں دہلی میں بھی قیام فرمایا اور درس و تدریس کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہا۔ پھر ”دین پور“ (متصل خانپور ضلع رحیم یار خان) تشریف لے آئے اور ۱۹۴۴ء میں یہیں انتقال ہوا اور اپنے بزرگوں کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ اپنے مسلمان ہونے کی کہانی خود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو ضلع سیالکوٹ (پنجاب) کے گاؤں چیانوالی میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد رام سنگھ میری پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی وفات پاگئے تھے۔ دو سال بعد دادا بھی فوت ہوگئے تو میری والدہ مجھے میرے ماموں کے پاس جام پور (ڈیرہ غازی خاں) لے گئیں۔ میرے ماموں وہاں پٹواری تھے۔ میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔

میری تعلیم ۱۸۷۸ء سے جام پور کے اردو مڈل سکول سے شروع ہوئی خدا کے فضل سے میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا اور میرا شمار ممتاز طالب علموں میں سرِ فہرست تھا۔

۱۸۸۴ء میں جب کہ میری عمر صرف بارہ برس تھی مجھے سکول کے ایک آریہ سماج ہندو لڑکے کے ہاتھ میں تحفۃ الہند نظر آئی۔ میرے اشتیاق پر اس نے مجھے یہ کتاب عاریۃً دے دی۔ جسے میں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا۔ خصوصاً اس حصّے نے بہت متأثر کیا جو نومسلموں کے حالات پر مشتمل تھا اسلام کی صداقت نے میرے دل و دماغ پر ایک نقش سا قائم کر دیا۔

ڈیرہ غازی خاں مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور عام مسلمان مذہب کے پیچھے شیدائی اور راسخ العقیدہ تھے۔ اس ماحول نے وہاں کے غیر مسلموں کو خاصا متأثر کر رکھا تھا۔ چنانچہ نزدیکی گاؤں کوٹلی مغلاں کے چند ہندو دوستوں نے جو میری طرح "تحفۃ الہند" کے گرویدہ تھے۔ مجھے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" پڑھنے کو دی۔ اس کے مطالعہ سے میں اسلامی توحید اور پرانک شرک کے فرق کو بخوبی سمجھ گیا۔ میں نے شدت سے محسوس کیا کہ جن چیزوں کو میں دل سے ٹھیک سمجھتا ہوں اور میری عقل ان پر یقین رکھتی ہے وہ چیزیں ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی طور طریقوں سے زیادہ اسلام میں ہیں۔ یہ میرا اپنا تجزیہ اور احساس تھا اور متذکرہ کتابوں نے اس جانب میری رہنمائی کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سکھ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں اور مسلمان بھی، مگر اسلام کا تصوّرِ توحید سکھوں سے بالاتر ہے۔ مساواتِ انسانی دونوں مذہبوں میں موجود ہے۔ لیکن اسلام نے مساوات کو جس طرح عملی شکل دی ہے وہ سکھ مت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ سماج کی نمائشی رسوم سے دونوں مذہبوں کو نفرت ہے مگر میں اکثر محسوس کرتا تھا کہ سکھ مت نے اپنے آپ کو ان رسوم میں بری طرح مقید کر لیا ہے اور اب اس مذہب کا بابا گورو نانک کی پاکیزہ تعلیمات سے بس برائے نام تعلق ہے۔

میں ان باتوں پر عرصے تک غور و فکر کرتا رہا۔ کتنی ہی راتیں میں نے آنکھوں میں کاٹ دیں مجھے یقین ہوگیا تھا کہ جس مذہب کو میری ماں بہنیں اور ماموں مانتے ہیں، وہ صداقت پر مبنی نہیں ہے جبکہ

اسلام جو غیروں کا مذہب ہے وہ بہر حال سچا اور مبنی بر حق ہے۔ اب کروں تو کیا کروں، جاؤں تو کہاں جاؤں۔؟

انہیں دنوں ایک مولوی صاحب نے مولوی محمد صاحب لکھوکی کی کتاب احوال الآخرت (پنجابی) پڑھنے کو دی۔ "تحفۃ الہند" اور "احوال الآخرت" کے بار بار کے مطالعے نے بالآخر مجھے حتمی فیصلے تک پہنچا دیا۔ میں نے نماز سیکھ لی اور تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ رکھ لیا۔ یہ ۱۸۸۷ء کا ذکر ہے اور اس وقت میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا ارادہ تھا کہ اگلے سال جب کسی ہائی سکول میں تعلیم کے لئے جاؤں گا تو قبولِ اسلام کا اعلان کر دوں گا۔

مگر جذبات نے سمجھایا کہ مزید تاخیر مناسب نہیں، کیا خبر موت اس وقت تک کی مہلت دے یا نہ دے۔ چنانچہ ۱۵ اگست ۱۸۸۷ء کی صبح کو جب کہ میری والدہ باہر رسوئی میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھی۔ میں کسی بہانے چپکے سے باہر نکلا اور زندگی کے نئے سفر پر چل کھڑا ہوا۔ منزل نا معلوم تھی میرے ساتھ کوٹلی مغلاں کا ایک رفیق عبدالقادر تھا۔ ہم دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کی معیت میں کوٹلہ رحم شاہ (مظفر گڑھ) پہنچے۔ وہاں ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ کو میری سنت تطہیر ادا ہوئی وہیں معلوم ہوا کہ میرے اعزا میری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں۔ چنانچہ میں سندھ کی طرف روانہ ہو گیا اور بھر چونڈی شریف میں حافظ محمد صدیق صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جُنید ثانی اور سید العارفین تھے۔

چند ماہ بھر چونڈی شریف میں حافظ صاحب کی صحبت میں گذرے فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے اس طرح طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ حضرت نے ایک روز میرے سامنے اپنے لوگوں کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا "عبیداللہ نے اللہ کے لئے ہمیں اپنا ماں باپ بنا لیا ہے۔" اس کلمۂ مبارک کی تاثیر خاص طور میرے دل میں محفوظ ہے۔ میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اور انہیں کی خاطر میں نے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنا لیا اور سندھی کہلایا میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کر لی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے کبھی مرعوب نہیں ہوا۔

بھر چونڈی شریف سے میں تحصیل علم کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے ریاست بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا۔ پھر دین پور (متصل خانپور) پہنچا۔ جہاں سید

(بقیہ ۹۴ پر)

دیدہ ور

بلا تبصرہ

"پیر جی حجرے سے نکلے ہیں عصا تھامے ہوئے
اک عقیدت مند کی زلفِ رسا سے کھیل کر

اک مریدِ خاص کی عزت سے ہو کر دو بدو
اک اچھوتی نوجوانی کی حیا سے کھیل کر

اور تنہائی میں تسلیم و رضا سے کھیل کر"

(شورش کاشمیری)

پیر مرید...... آمنے سامنے

آپ کا رتبہ بلند ہے میری بیٹی کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھا کریں: مرید کی درخواست

اپنی 25 سالہ بیٹی کا نکاح مجھ سے نہ کیا تو تمہارا گھر جلا کر بھسم کر دوں گا

.... 70 سالہ پیر کا جواب

کھاریاں (نامہ نگار) ستر سالہ جعلی پیر نے مریدنی سے نکاح کا وعدہ پورا نہ کرنے پر اس کے والد کے خلاف مقامی عدالت سے رجوع کیا جبکہ معززین شہر نے پیر کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا لیکن دو مقامی وکلاء کی ضمانت پر اسسٹنٹ کمشنر کھاریاں نے اسے رہا کر دیا محمد رمضان نے بتایا کہ 10 جنوری کو مقبول حسین شاہ ہمارے گھر آیا اور کہا کہ میں مدینہ یونیورسٹی کا پروفیسر اور پیر کرم شاہ آف بھیرہ شریف کا بھتیجا ہوں مجھے خواب میں حضور نبی اکرمؐ نے حکم دیا کہ تم کھاریاں میں محمد رمضان کے گھر جاؤ اور وہاں کے مکینوں کی خدمت کرو پیر مقبول کی باتوں میں آ کر میں نے یقین کر لیا اور اسے گھر میں جگہ دے کر اس کی خدمت شروع کر دی اس نے اپنے علم سے ہم پر کچھ ایسا جادو کر دیا کہ ہم اس کی محبت میں اندھے ہو گئے اور اس کے ہر سیاہ و سفید عمل کو پیر کی خوشنودی سمجھنے لگے میری دو بیٹیاں بیوی، بچے اور سب گھر والے اس کے جال میں پھنستے چلے گئے پیر کی کرامات کا چرچا ہونے لگا تو عورتوں کی لائنیں تعویز لینے کے لئے لگ گئی پیر صاحب لوگوں کو تعویز دیتے اور ان سے بھاری رقم کے علاوہ سونا، زیورات بھی لوٹنے لگے پیر کا بھائی تجمل ہر ہفتے بھائی کا سامان لے جاتا چند دن قبل ان کی آنکھوں میں ہوس دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ کا رتبہ بلند ہے اس لئے میری بیٹی کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھا کریں تو پیر بگڑ گیا اور کہا کہ اگر تم نے 25 سالہ کوثر پروین کا مجھ سے نکاح نہ کیا تو میں تمہارا گھر جلا کر بھسم کر دوں گا میں نے گھر چھوڑنے کو کہا تو اس نے مقامی عدالت میں میرے خلاف درخواست دی کہ محمد رمضان نے اپنی بیٹی کے عوض مجھ سے اسی ہزار روپے اور ایک پستول لیا ہے اور ٹوٹل ایک لاکھ کے عوض اس کی بیٹی کا مجھ سے نکاح ہو گا محمد رمضان نے مقامی خطیب قاضی امیر حسین سے کہا کہ میں نے اسے خدا کے واسطے جگہ دی تھی اس لئے میں مقامی خطیبوں اور انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مجھے اس جعلی پیر سے بچایا جائے۔

★ روزنامہ جنگ لاہور ★

اہلِ سنت والجماعت کیلئے ایک عظیم علمی تحفہ

نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں

• مسائل قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے مدلل۔

• پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی نماز کی واضح تصویر

مستند ماخذ، علمی سرمایہ، عام فہم اندازِ بیان "

دلکش ترتیب۔

• اردو خواں حضرات کیلئے مدنی تحفہ جس کی افادیت مسلمہ ہے۔

• امام ابو حنیفہؒ کی علمی عظمت، فلسفیانہ اندازِ استدلال اور سنت سے والہانہ وابستگی کی ایک جھلک۔

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم: الشیخ محمد شفیق اسعد

قیمت ۵۱/۰۰ روپے

سُنّی پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۶۶، لاہور

ہر اچھے بکسٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب کریں

مجید لاہوری مرحوم

الیکشن کا کھیل

بلدیاتی انتخابات کے تناظر میں

یہ الیکشن کا کھیل ہے پیارے
حسن کی جو ریل پیل ہے پیارے

جو حسینوں کی "میل" ہے پیارے
شاملِ "کاک ٹیل" ہے پیارے

عشق بے چارہ مال گاڑی ہے
حُسن طوفان میل ہے پیارے

نوٹ ہوں جس کے پاس وہ ہے پاس
اور بے نوٹ فیل ہے پیارے

یہ ترقّی ہے ساری سائنس کی!
یعنی فی میل' میل ہے پیارے

جس کے پھل کا ہے نام "ایٹم بم"
امنِ عالم کی جیل ہے پیارے

قدرداں کون ہے وفا کا مجیدؔ
ہول سیل اب "ریٹیل" ہے پیارے

○

قمرالحسنین

سیرتِ نبویؐ کا پیغام یہ ہے کہ۔!

تمام خود ساختہ درگاہوں سے بغاوت کر کے ایک ہی بارگاہ سے وابستہ ہو جاؤ۔!

مجلس احرارِ اسلام لاہور کے زیرِ اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ سے قائدِ احرار سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کا خطاب۔

میں گوجرانوالہ ایک کام کی غرض سے گیا ہوا تھا کہ ۶ اکتوبر کے روزنامہ پاکستان میں خبر پڑھی کہ کل جناح ہال لاہور میں سید عطاء المحسن بخاری سیرت النبی کے مقدس موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ میں نے جلدی جلدی کام سمیٹا اور لاہور کی راہ لی اور پہلی فرصت میں جناح ہال جانے کی تیاری کرنے لگا، تیار ہوتے ہی میں گاڑی لے کر سیدھا جناح ہال پہنچا تو بخاری صاحب کی تقریر شروع ہو چکی تھی۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی جو پہلا جملہ میرے کانوں سے ٹکرایا وہ تھا کہ سیر اور مدحت میں فرق ہے سیرت نام ہے اعمال کا، معاملات و اخلاق کا۔ رخ پر انوار کا بیان منقبت ہے، نبی کی زلفوں کا بیان اور کالی کملی کی توصیف، مدح و منقبت کے زمرے میں آتی ہے۔ سیر کا معنیٰ ہے چال ڈھال، آپ کا سونا جاگنا، صبح اٹھنا، بول و براز سے فارغ ہونا، وضو، نماز، گھر سے نکلنا، بازار جانا، ازواج مطہرات سے سلوک، عام لوگوں سے ملنے جلنے کا رویہ، سماجی رویے، قومی رویہ اور دینی جذبہ۔ بخاری صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

۱۔ میں یہیں سے شروع کرتا ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سے ہاتھ ملاتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک کہ دوسرا آدمی اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی سے ملتے تو متبسم چہرے کے ساتھ مسکراہٹیں آپ کے رخِ انور پر پھیلی رہتیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملنے جلنے والوں میں یوں گھل مل کر تشریف فرما ہوتے کہ اجنبی آنے والا آکر پوچھتا اَیُّکُمْ مُحَمَّدٌ تم میں محمدؐ کون ہے۔ آپ اپنی محفل میں کوئی ٹھاٹھ یا امتیاز پیدا نہ کرتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً مال جمع نہ کرتے اور مال جمع کرنا آپ کو پسند ہی نہ تھا۔ ایک دفعہ آپ مغرب کی نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لائے اور مُصلّے پر کھڑے ہو کر پھر گھر پلٹ آئے تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور معمول کے مطابق مغرب کی نماز پڑھائی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! آج معمول کے برعکس ایک بات ہوئی، آپ تشریف لائے اور پھر واپس تشریف لے گئے۔ کیا بات تھی آپ نے فرمایا عِنْدِیْ تِبْرٌ مِّنْ ذَهَبٍ۔ میرے پاس سونے کا ایک ٹکڑا تھا، جب میں مصلّے پر کھڑا ہوا تو مجھے یاد آیا کہ میرے گھر میں تو سونے کا ٹکڑا رکھا ہے میں نے واپس آکر وہ صدقہ کیا اور پھر نماز پڑھائی۔ مجھے اللہ سے حیا آئی کہ میں مصلّی پر اس طرح آ جاؤں۔

صلّی اللہ علیہ وسلّم

سرمایہ دارو! جاگیردارو! تم اس واقعہ کو غور سے سنو! ہوش کی آنکھ کھولو، عقل کے ناخن لو تم نے یہودیانہ کاروباری ہتھکنڈے استعمال کر کے قوم کا سارا سرمایہ لوٹ لیا۔ زکوٰۃ تم نہیں دیتے صدقہ وخیرات تمہارے ہاں نایاب، انفاق کو تم نہیں جانتے۔ جب کہ یہ دونوں حکم قرآنِ کریم میں موجود ہیں۔ سیکڑوں مرتبہ زکوٰۃ کا حکم ہے تو بیسیوں دفعہ انفاق کا حکم، انفاق زکوٰۃ کے علاوہ اُمت کی بہبود پر خرچ کرنے کا نام ہے۔ لیکن بدقسمتی سے تمہیں ایرانی مُلّاؤں نے بھول بھلیّوں میں گم کر دیا کہ انفاق کا حکم مستحب عمل ہے امرِ واجب نہیں۔ میں پوچھتا ہوں تم مال جمع کرتے ہو۔ جس کا قرآنِ حکیم میں ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں اس پر تمہارا عمل انتہائی خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے ہر طائفہ مال جمع کرنے کی جنگ کر رہا ہے آپا دھاپی کا عالم ہے۔ ہر ایک اس مکروہ دھندے میں خود غرضی کی ریاست کا اسحٰق خاں بنا بیٹھا ہے لیکن جو عمل نبی نے، صحابہ کرام نے پوری زندگی اپنائے رکھا جس کا حکم قرآن میں اس تسلسل سے ہے کہ پڑھ کے دل کانپ کانپ جاتا ہے اس حکم کو شخصیت پرست ایرانی مُلّاؤں نے مستحب کے درجہ میں رکھا اور تم نے مان لیا۔ حالانکہ زکوٰۃ کے بارے میں جس طرح تسلسل کے ساتھ حکم نازل ہوا ہے ویسے ہی انفاق کے بارے میں بھی حکم بڑے تسلسل کے ساتھ ہے زکوٰۃ کو فرض کہتے ہو اور انفاق کو مستحب اور مال جمع کرنے کو فرض کہتے ہو۔ اُمت کے حقوق لوٹتے ہو، مال لوٹتے ہو اپنی تجوریاں بھرتے ہو یقین کرو دوزخ کی آگ سمیٹتے ہو اور جمع کر رہے ہو۔ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انفاق کے مسئلہ پر

جس طرح اتباع کی اس کی دو تین مثالیں عرض کرتا ہوں۔

سیّدنا عبد اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قبل بہت بڑے سرمایہ دار تھے اسلام لانے کے بعد انفاق فی سبیل اللہ سے ایک دفعہ یہ حال ہوا کہ ایک بوسیدہ کمبل باقی بچا جس سے پورا جسم لپیٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے اس کمبل کو ٹانکا ہوا تھا۔ آسمانوں سے جبریل امین علیہ السلام بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہوئے اور اللہ کا سلام محمد و ابوبکر پر بھیجا اور کہا کہ اللہ پاک کہتے ہیں ابوبکر تم اس حال پر راضی ہو عرض کیا کہ آپ اور آپ کا رسولؐ راضی ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔

صلّی اللہ علیہ وسلّم و رضی اللہ عنہ

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی زوجیت میں آنے سے پہلے اس زمانہ میں لکھ پتی خاتون تھیں لیکن اسلام لانے کے بعد انفاق فی سبیل اللہ سے یہ عالم ہو گیا تھا کہ بعض اوقات رحمت کائنات کے گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہا

سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ سیّدنا مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس لاکھ دینار عطا کیئے۔ سیدنا حسن نے دمشق سے مدینہ پہنچتے پہنچتے انفاق فی سبیل اللہ کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بیس لاکھ دینار امت کے مستحق لوگوں میں بانٹ دیئے۔

صلّی اللہ علیہ وسلم ۔ رضی اللہ عنہ

آج کل کے مولویوں اور پیروں کا یہ حال ہے کہ دولت کے پجاری بنے ہوئے ہیں، دولت کے انباروں پر شیش ناگ بنے کنڈلی مارے بیٹھے ہیں، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں سے محبت کی وجہ صرف ایک قدر مشترک مال ہے مال! قطع نظر اس سے کہ وہ حلال ہے یا حرام! ایجاروپر بیٹھ کر کوئی مرید آئے تو آج کا مولوی اور پیر ننگے پاؤں بھاگ کر اس کا استقبال کرتا ہے اور مجھ جیسا بے وسائل مرید کہیں ان کے ہتھے چڑھ جائے تو مطبخ کی لکڑیاں ڈھوتے ڈھوتے مرجاتا ہے اور پیر نسمہ پا کے دیدار اور اشیر واد تک سے محروم رہتا ہے ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

۵۔ دن بھر کی تبلیغ، تعلیم، تزکیہ اور عبادات سے تھک کر جب مربیٔ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لیئے اپنے مقدس بستر پر تشریف لاتے تو قبلہ رو ہو کر لیٹتے تھے اور یہ مختصر سی دعا پڑھتے پڑھتے سو جاتے :

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَ وَاَحْیٰ ۔	اے اللہ تیرے نام پر مرتا ہوں اور تیرے نام پر جیوں گا ۔

اور بہت سی دعائیں ہیں مثلاً یہ ایک دعا ہے جو آپ نے سیدنا عبداللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھائی تھی :

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَ مَلِیْکَہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَ شِرْکِہٖ ۔	اے اللہ آسمان و زمین کو بنا نکالنے والے، ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والے ہر چیز کے رب اور اس کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر تو، میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کی مشرکانہ چالوں سے ۔

کیسی عظیم الشان اور جامع دعا ہے اس میں توحید، ربوبیت، ملکیت، علم الٰہی، نفس کا بہکاوا ابلیس کا شر و فساد سب کا ذکر ہے اللہ کی بے پناہ طاقت میں پناہ لینے کا جو حسین پیرایۂ بیان ہے وہ بے مثال ہے زبان و دل سے اللہ کی وحدانیت اور طاقت کے اظہار و اقرار کے بعد اس کی پناہ کی طلب ایک سچے بندے کی طلب و آرزو ہے۔ کیا جامع تعلیم و تربیت ہے آپ کی ۔

صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رضی اللہ عنہ

۶۔ حدیث پاک میں ہے کہ

اَلنَّوْمُ وَالْمَوْتُ تَوْاَمَانِ	نیند اور موت جڑواں ہیں ۔

جب آدمی سو جاتا ہے تو گویا موت کی وادی میں اتر جاتا ہے اور صبح جب بیدار ہوتا ہے تو موت کے چنگل سے نجات پاتا ہے اور یہ سونا جاگنا عین فطرت ہے پھر فطرتِ سلیمہ کا ایک

حسین تقاضا یہ بھی ہے کہ جس ذات نے موت کے دائرے سے باہر نکالا ہے اس کا شکر ادا کرنا بھی تو واجبات میں سے ہے۔ لہٰذا معلّم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلّم نے سو کر اٹھنے کی دعا بھی سکھائی جو سیرِ مقدسہ کا ایک اہم پہلو ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرِ۔	تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کے لئے جی اٹھنا۔

اس دعا میں فطرت کی عکاسی بھی ہے اور موت وحیات کا قصہ بھی، یعنی جس طرح آدمی سو کر اٹھتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی جی اٹھے گا اور جیسے سو کر اٹھنے کے بعد معاملاتِ دنیا کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوتا ہے اسی طرح موت کے بعد زندہ ہو کر میدان محشر کے معاملات چکانے کے لئے قبر سے نکل کھڑا ہو گا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ ـ صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک دین حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اداؤں کا نام ہے اور آپ کی ہر ادا واجب العمل ہے گھر سے نکلنا بھی ایک عمل ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل میں کرامت کا ایک پہلو شامل کر کے اسے دین بنا دیا آپ جب بھی گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ	میں بھروسہ کرتا ہوں اللہ پر اور اپنے اور کائنات کے تمام امور اللہ کو سونپتا ہوں۔

۸: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں داخل ہوتے تو بازاری قباحتوں، رذالتوں اور بازاری حالت سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے پڑھتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔	کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ واحد ولا شریک لہ۔ تمام کائنات اسی کی ملکیت ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بازار میں رہنے والے لوگوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ دکان ، مال تجارت ان کی ملکیت ہے اس کلمۂ توحید میں اس کی نفی پائی جاتی ہے بازاری لوگ دنیا کے گورکھ دھندے میں پھنس کر یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ یہ دنیا اور اس کی بہاراب ہمیشہ کے لئے انہی کے قبضہ میں ہے اس یقین کو زائل کرنے کا عظیم پہلو بھی اس کلمۂ توحید میں موجود ہے ۔ اور دنیا کے نقشِ فانی کا یقین مٹا کر اللہ پر یقین جمانے کا مضمون بھی اسی کلمۂ مبارکہ میں موجود ہے ۔ بازار میں جانا لوگوں کا معمول ہے مگر یہ معمول خالص حیوانی جذبوں کا مظہر ہے ۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معمول کو مُطہّر کر دیا اور حقیر جذبوں کے اس معمول کو عظیم رویّے اور جذبے سے مزیّن کر دیا ۔

صلی اللہ علیہ وسلم

۹ : مُعلّمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ نے انسانوں کی کایا پلٹ دی آپ نے فرمایا :

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ	میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق کو ان کی بلندیوں تک پہنچا دوں ۔

انسانی رویّوں ، انسانی جذبوں کی جبلّی اور حیوانی حالت کو خالص انسانی صورت آپ نے بخشی ۔ جن عادتوں کا ذکر کیا ہے یہ حضور علیہ السلام سے پہلے بھی موجود تھیں ، آج بھی ہیں مگر بلند نہیں پست تھیں اور پست ہیں ۔ ان عادات واخلاق میں بلندی اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک سیرِ طیّبہ کے یہ مقدس اعمال اعلیٰ رویّے اور پاکیزہ جذبے انہی عادات واخلاق میں بنیادی حیثیت حاصل نہیں کر لیتے ۔ !

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور پوری امت کو اَحْكَمُ النَّاسِ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کر کے سرخرو ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔ !

بخاری صاحب نے تقریر ختم کی تو احرار کارکنوں نے انہیں سرخ قباؤں کے جھرمٹ میں لے لیا ۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت امیرِ شریعت رحمۃ اللہ علیہ ، چودھری افضل حق اور مولانا حبیب الرحمٰن ، مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہم کی ارواح اس فرزندِ احرار کے پاکیزہ بیان پر سرشار ہو گئیں ہیں اور اپنے روحانی سایہ کے جلو میں لئے پیامِ سیر عام کرنے کا حکم دے

رہی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قافلۂ احرار کو یہ مشن عام کرنے کی توفیق بخشے ، فتنہ وفساد اور قتل غارت کے اس بُرے اور کٹھن وقت میں کرنے کا کام ہی صرف یہ ہے کہ سیرتِ طیبہ کو عام کیا جائے ، اس پر عمل کیا جائے تاکہ لوگ خود ساختہ درگاہوں سے کٹ کر ایک ہی بارگاہ سے وابستہ ہو جائیں ۔!

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اہلسنّت کا روپ دھار کر رافضیّت و سبائیت پھیلانے والوں کا مکمّل پوسٹ مارٹم

سبائی فتنہ

مُصنّف :۔ محقق دوراں حضرت مولانا ابو ریحان سیالکوٹی مدظلہ

ایک تہلکہ خیز کتاب

◎ جس میں اِسلام کے خلاف یہودیوں، سبائیوں اور رافضیوں کی گھناؤنی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

◎ مقام و منصب صحابہ کرامؓ کو مجروح کرنے والے سبائی ایجنٹوں کے فکری مغالطوں اور علمی اوقات کا بھرم کھولا گیا ہے۔

◎ خلافت راشدہ اور خطاءِ اجتہادی جیسے اہم عناوین کتاب کا اہم ترین حصّہ ہیں

صفحات چھ سو ۔۔۔۔ عنقریب شائع ہو رہی ہے ۔!!!

اپنا آرڈر جلد ارسال کریں۔

بُخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مُلتان

سید ذوالکفل بخاری

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد — آثار و افکار

مؤلّف —— پروفیسر محمود واجد ہاشمی ۔ قیمت ۳۵/۰۰ روپے، ضخامت ۱۲۰ صفحات
ناشر —— ادارۂ تحقیقاتِ افکار و تحریکاتِ ملّی پاکستان (کراچی)

ظفر علی خان مرحوم نے ایک موقعہ پر کہا تھا کہ:

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہوئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

حضرت مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی فکری رفعت، نظری وسعت، علمی عظمت اور حسنِ تحریر کے سارے حوالے اس شعر میں سمٹ آئے ہیں۔ دینیات اور ادبیات کا کون سا گوشہ ہے جو ابوالکلام کی نظروں سے اوجھل رہ گیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل نابغہ، عبقری اور علامہ ایسے الفاظ اپنے اندھادھند استعمال کے سبب بے آبرو ہو کر رہ گئے ہیں اور اب ابوالکلام کے لئے ان کا استعمال محلِ نظر محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ ماضی قریب کی تاریخ میں ان صفات کا حامل نمایاں ترین شخص ابوالکلام کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔

زیرِ تبصرہ تالیف کے مؤلف پروفیسر محمود واجد ہاشمی موجودہ دور کے معتبر افسانہ نگار اور محترم نقاد ہیں۔ ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مولانا آزاد کے ایک انتہائی عزیز شاگرد اور بے تکلف عقیدت کیش مولوی محمد ابراہیم زکریا مرحوم کو "دریافت" کیا۔ ان سے استفادہ کیا، ان کی سوانحی معلومات مرتب کیں۔ حضرت مولانا کے بارے میں ان کے خیالات اور مشاہدات ایک انٹرویو کی شکل میں محفوظ کیے۔ مولوی زکریا صاحب کے نام حضرت مولانا کے متعدد نادر خطوط حاصل کیے۔ ان کی روشنی میں مولانا

کے افکار وسوانح پر نئے انداز سے قلم اٹھایا اور ایک قیمتی تحریر رقم کی۔ مزید انھوں نے مولوی صاحب سے حضرت مولانا کے درسِ قرآن کے نوٹس بھی حاصل کئے اور پھر ان تمام نوادر کو ایک مربوط مجموعے کی شکل دے کر طباعت کے مراحل میں داخل کر دیا۔ اس تالیف کو تعلیقات وحواشی اور طباعت کے زیور سے آراستہ کرنے کا سہرا ماہر ابوالکلامیات محترم ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کے سر ہے کتاب ڈاکٹر صاحب سے براہِ راست ۹/۱ علی گڑھ کالونی کراچی، ۷۵۸۰۰ کے پتہ پر خط لکھ کر بھی منگوائی جا سکتی ہے۔

ارمغانِ آزاد

مُرتب ومؤلف ——— ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، قیمت ۶۵/.. روپے، ضخامت ۵۲ صفحات

ناشر ——— ادارہ تحقیقاتِ افکار وتحریکاتِ ملّی پاکستان (کراچی)

اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص گیارہ برس کی عمر میں شاعری، انشاپردازی، مقالہ نگاری، بارہ برس کی عمر میں اخبارات ورسائل کی ادارت اور تیرہ برس کی عمر میں علوم دینیہ کی تدریس، ایسے بڑے بڑے کاموں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ تو یقیناً آپ فوری طور پر یا قدرے تأمل کے بعد نفی میں سر ہلانا پسند فرمائیں گے۔ لیکن اگر مجھ سے یہی سوال پوچھا جائے تو میں جواب میں نہ صرف بالجزم جی ہاں" کہونگا بلکہ "ارمغانِ آزاد" کو بطورِ ثبوت مستفسر کی نذر کروں گا۔

حضرت مولانا آزاد نے گیارہ سے چودہ برس کی عمر تک شاعری کی۔ اوائل عمر کے انہی تین چار برس کے کلام میں خیال آفرینی، زورِ بیان اور استادانہ ہنرمندی سے مرکب وہ شعریت لہریں لے رہی ہے کہ جس کا تصور کر کے ہی ہمارے آج کے تیس تیس، چالیس چالیس برس کی ریاضت کے مارے ہوئے بعض شعراء عظام خیالات کے بحرِ ناپیدا کنار میں بے اختیار ڈوب مرنا چاہیں گے۔ "ارمغانِ آزاد" کے مطالعہ سے حیاتِ آزاد کے اس کم معروف پہلو سے گویا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ مؤلف محترم نے مولانا کی شاعری کے ساتھ ساتھ ان کی ابتدائی دور کی نثری کاوشوں کا نادر ذخیرہ بھی شاملِ کتاب فرمایا ہے۔ مؤلف کی محنتِ شاقہ کی اصل داد وہ اجرِ عظیم ہی ہے جو اللہ کے ہاں ان کے لئے محفوظ ہو چکا ہے۔ ذیل میں نمونۂ کلام کے طور پر کچھ اشعار نقل کئے جا رہے ہیں کہ اس سے صاحبانِ ذوق کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ فرما

سکیں گے "

قیس مجنوں کا تصور بڑھ گیا جب نجد میں
ہر بگولا دشت میں لیلیٰ کا محمل ہو گیا

ہیبتِ خدا کھڑے ہیں وہ محشر میں بے نقاب
کیا ہی مزا ہو اب جو ہماری پکار ہو

گنبد ہے گرد باد تو ہے شامیانہ گرد
شرمندہ میری قبر نہیں سائبان کی

وعدۂ وصل بھی کچھ طرفہ تماشے کی ہے بات
میں تو بھولوں نہ کبھی، ان کو کبھی یاد نہ ہو

ایک علمی خاندان

مصنف ـــــ سیّد شفقت رضوی، قیمت ـ ۷۰/- روپے، ضخامت، ۲۶۶ صفحات
ناشر ـــــ ادارۂ تحقیقاتِ افکار تحریکاتِ ملی پاکستان (کراچی)

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے والد ماجد مولانا خیرالدینؒ متبحّر عالمِ دین، عالی مقام شیخ طریقت، بلند پایہ مصنف اور قادر الکلام شاعر تھے۔ مولانا آزاد کے جوانا مرگ بھائی مولوی ابوالنصر غلام یٰسین آہ دہلوی اپنے والدگرامی کے صحیح اور کامل علمی و عملی جانشین تھے۔ شاعری میں انہیں داغ سے تلمذ حاصل تھا، اور تحقیق و تالیف میں ان کا پایہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اردو میں عمر خیام کے حالات زندگی پر اولین کتاب انہی کے قلم سے نکلی۔ مولانا آزاد کی بہنیں آرزو بیگم اور آبرو بیگم اردو کی بہترین شاعرہ، ادیبہ اور خطیبہ

تھیں ۔ مولانا کی اہلیہ محترمہ ادبی مذاق اور دینی مزاج رکھنے والی حساس طبع خاتون تھیں ان کا عزم وثبات تو مسلم الثبوت ہے ہی ۔

یہ ساری باتیں ضروری تفاصیل کے ساتھ حضرت مولانا کے حوالہ سے اب تک سامنے آنے والی کتب میں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتیں ۔ وجہ اس کی کوئی بھی ہو ، ابوالکلامیات کے عظیم الشان ذخیرے میں ایسا بڑا خلا اچنبھے اور افسوس کی بات ہی تو ہے ۔ خدا بھلا کرے سید شفقت رضوی صاحب کا کہ انہوں نے اس موضوع پر ایسی عمدہ خامہ فرسائی فرمائی ہے کہ گویا قلم توڑ دیا ہے ۔ اس کتاب کے اہتمام اشاعت پر ڈاکٹر ابوسلمان صاحب مدظلہٗ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں ۔!

انڈیا ونس فریڈم (اردو ترجمہ)
تیس صفحات کے ساتھ

مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور آپ بیتی انڈیا ونس فریڈم کے آخری کمل ایڈیشن (۱۹۸۸ء) کا اُردو ترجمہ شائع ہوگیا ہے ۔ ترجمہ محمد مجیب کا ہے اور تیس صفحات کے ترجمے کا اضافہ وتکملہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری کے قلم سے ہے ۔ ڈاکٹر شاہجہان پوری مولانا آزاد کے نہایت معتقد، مشہور محقق اور ایک آزاد خیال سیاسی مبصر ہیں ۔ انہوں نے صرف ترجمے ہی کی تکمیل نہیں کی ، بلکہ کتاب کے مطالب اور بیانات کے ثبوت اور وضاحت میں جابجا حواشی بھی لکھے ہیں اور بطور مقدمہ انڈیا ونس فریڈم کی اشاعت پر پاکستان اور ہندوستان میں ردعمل کا علمی وتنقیدی جائزہ بھی لیا ہے ۔ کتاب کے پورے ترجمہ پر نظر ثانی اور متن میں بعض اسماء و تواریخ کی اغلاط کی تصحیح کا عمل بھی انجام دیا ہے ۔ کتاب پر حواشی ومقدمہ بجائے خود مطالعے کی خاص چیز ہیں ۔ "انڈیا ونس فریڈم" کی تاریخی وسیاسی اہمیت پر ایک نہایت مفید مقالہ بطور پیش لفظ ڈاکٹر ریاض الرحمٰن خان شروانی کے قلم سے شامل ہے ۔

"انڈیا ونس فریڈم" کا یہ مکمل اردو ترجمہ کراچی کے ایک اشاعتی ادارے نے شائع کیا ہے اور سلسلۂ مطبوعات آزاد صدی کی آخری اور چوبیسویں کتاب ہے ۔ کتاب درجِ ذیل پتہ سے براہ راست منگوائی جاسکتی ہے ۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری ۱/۹ علی گڑھ کالونی ، کراچی ۷۵۸۰۰ (پاکستان)

تابعین کرام کی باتیں

عبدالرحمن بن اسود

یہ صاحب علم، عابد اور زاہد تابعی اسود بن یزید بن قیس کے فرزند تھے۔ یہ اپنے والد کی طرح کوئی بڑے عالم تو نہ تھے۔ لیکن عمل میں وہ ان کے خلف الصدق تھے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں اکثر حاضری دیا کرتے۔ اور ان کے علم و فضل سے بھرپور استفادہ کیا۔ ان کا بیان ہے کہ جب تک میں نابالغ تھا۔ حضرت عائشہ کی خدمت میں بغیر حصول اجازت چلا جاتا تھا۔ بلوغ کے بعد اجازت لینے لگا۔

سلام کا اہتمام

وہ بلا تفریق مذہب اور بلا قید مذہب و ملت مسلم اور غیر مسلم سب کو سلام کرتے تھے۔ سنان بن حبیب سلمی کا بیان ہے۔ کہ میں عبدالرحمن بن اسود کے ہمراہ پل کی طرف گیا۔ راستہ میں جو بھی یہودی اور نصرانی ملتا تھا۔ سب کو سلام کرتے تھے۔ میں نے کہا آپ ان مشرکین کو سلام کرتے ہیں؟ جواب دیا سلام مسلم کی نشانی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ لوگ پہچان لیں۔ کہ میں مسلمان ہوں۔

عامر بن شراحیل الشعبی

غیر مسلم کو سلام

فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ اور اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہہ سمجھے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نصرانی کو السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ اسلامی سلام کیا۔ جس پر ایک سننے والے مسلمان نے اعتراض کیا۔ شعبی نے جواب دیا کہ اگر اس پر اللہ کی رحمت نہ ہوتی۔ تو وہ ہلاک ہو گیا ہوتا۔ اس لئے میں نے رحمتہ اللہ کہنے میں کیا غلطی کی؟

عطاء بن ابی رباح

عطاء نام۔ والد کا نام اسلم اور ابو رباح کنیت۔ جبکہ عطاء کی کنیت ابو محمد تھی۔ یمن کے مردم خیز قصبہ "جند" میں حضرت عثمان کے آغاز خلافت میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ مکرمہ میں نشوونما پائی۔ آل میسرہ بن ابی خثیم فہری کے غلام تھے آپ کے علم و فضل کے اس دور کے سبھی باکمال قائل تھے۔

آداب سماع حدیث

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا احترام تھا۔ کہ تذکرۂ حدیث کے درمیان میں بولنا سخت ناپسند کرتے تھے۔ اور اس پر برہم ہوتے تھے۔ معاذ بن سعید الاعور کا بیان ہے۔ کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عطاء کے پاس تھے۔ ایک

شخص نے حدیث بیان کی۔ ایک دوسرا شخص درمیان میں کچھ بولا۔ عطاء سخت برہم ہوئے اور کہا یہ کون سا اخلاق اور کون سی طبیعت ہے۔ خدا کی قسم آدمی اس لئے حدیث بیان کرتا ہے۔ کہ اس سے ہم کو علم حاصل ہو۔ اگر کوئی حدیث سناتا ہے۔ تو خواہ وہ حدیث مجھی سے سنی ہوئی ہو۔ میں اس خاموشی سے سنتا ہوں۔ کہ بیان کرنے والے کو معلوم ہو کہ میں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔

مناسک حج

مناسک حج کے علم میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ امویوں کے زمانہ میں حج کے موقعہ پر یہ منادی کر دی جاتی تھی کہ حج کے مسائل میں عطاء کے علاوہ کوئی دوسرا شخص فتوی نہ دے۔

مسائل حج کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے منسوب ایک حکایت مشہور ہے کہ امام موصوف فرماتے تھے۔ کہ حج کے موقعہ پر ایک حجام نے جس نے عطاء کو دیکھا تھا مجھے پانچ موقعوں پر مناسک حج کی تعلیم دی۔ بال ترشوانے سے پہلے میں نے اسی سے حجامت کی بنوائی طے کرنا چاہی۔ اس نے کہا عبادت میں شرط نہیں کی جاتی بیٹھ جاؤ حجامت بن جائے گی۔ میں قبلہ رخ سے ذرا ہٹ کر بیٹھا تھا۔ اس نے قبلہ رخ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے بائیں جانب سے سر منڈانا چاہا۔ اس نے کہا داہنی سمت پھیرو میں نے پھیر دیا۔ اور وہ سر مونڈنے لگا میں بالکل خاموش تھا۔ اس نے کہا تکبیر کہتے جاؤ۔ حجامت بنوانے کے بعد جب میں جانے لگا تو اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا اپنی قیام گاہ پر اس نے کہا پہلے دو رکعتیں پڑھ لو اس کے بعد جاؤ۔ میں نے خیال کیا کہ حجام خود اس قسم کے مسائل نہیں جان سکتا۔ جب تک اس نے کسی سے معلوم نہ کیا ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔ تم نے جن باتوں کی مجھ کو تعلیم دی ہے۔ وہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ اس نے کہا میں نے عطاء بن ابی رباح کو ایسے کرتے دیکھا تھا۔

(بقیہ از صفحہ ۴۹)

العارفین کے خلیفہ اوّل مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے یہیں میں نے ہدایۃ النحو تک کی کتابیں مولانا عبدالقادر سے پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے میری والدہ کو خط لکھوایا۔ وہ آگئیں اور مجھے واپس لے جانے کے لئے بہت زور لگایا، مگر الحمدللہ میں ثابت قدم رہا۔ یہ غلط ہے کہ میری والدہ دیوبند پہنچیں) شوال ۱۳۰۵ھ میں دین پور سے کوٹلہ رحم شاہ چلا گیا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر دیوبند جا پہنچا۔ جہاں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اموی دیوبندی کی رہنمائی میں ایک نئی تعلیمی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلس احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے :

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان

★ مدرسہ معمورہ ——— دار بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان ۔ فون : ۲۸۱۳۰

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———

★ جامعہ ختمِ نبوّت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ ۔ فون نمبر : ۸۸۶ ———

★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———

★ دارالعلوم ختمِ نبوّت ——— چیچہ وطنی ۔ فون نمبر : ۲۹۵۳ ——— ۲۱۱۲

★ مدرسہ ابوبکر صدیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———

★ یوکے ختمِ نبوّت مشن ——— (ہیڈ آفس) گلاسگو برطانیہ ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت ——— یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے ——— آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری — مدیر مدارس التحفیظ والمساجد

دار بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان

ترسیل زر کے لئے : اکاؤنٹ نمبر : ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

Monthly
Ph: 72813
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd No. L8755.
Multan.
Vol. 2
No. 11

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام۔ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

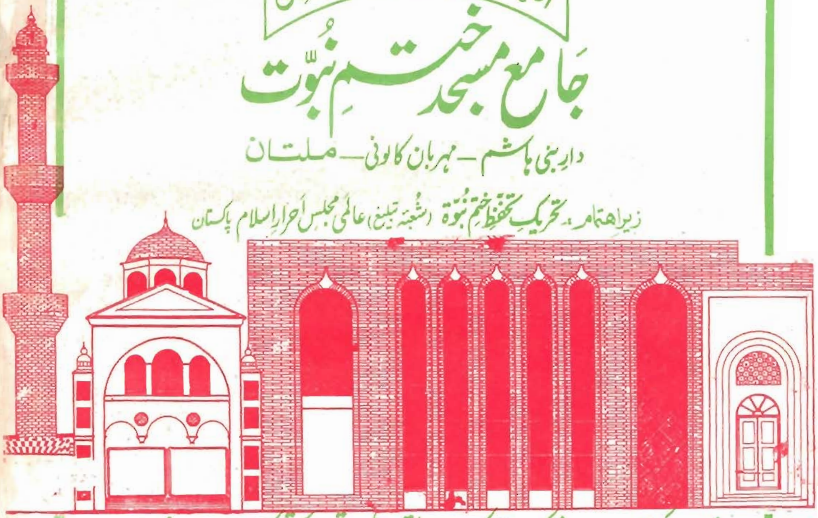

مسجد کی چھت مکمل ہوچکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں، نقد یا سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں

ترسیلِ زر کے لئے

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری
دارِ بنی ہاشم - مہربان کالونی - ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ ، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان